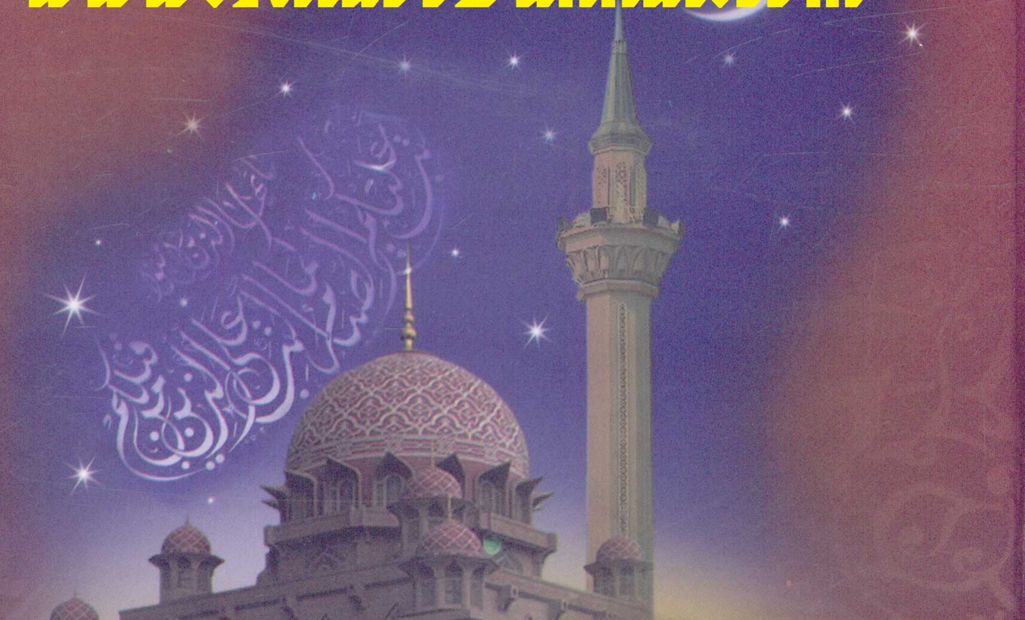
تفہیم کتاب و سنت

7

کتاب الصیام

روزوں کی فرضیت، فضیلت، فوائد، آداب، نفلی روزوں،
نمازتراویح، اعتکاف، شب قدر اور فضائل قرآن کا بیان

روزوں کی کتاب



تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق و افادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

FIQHULHADITH PUBLICATIONS

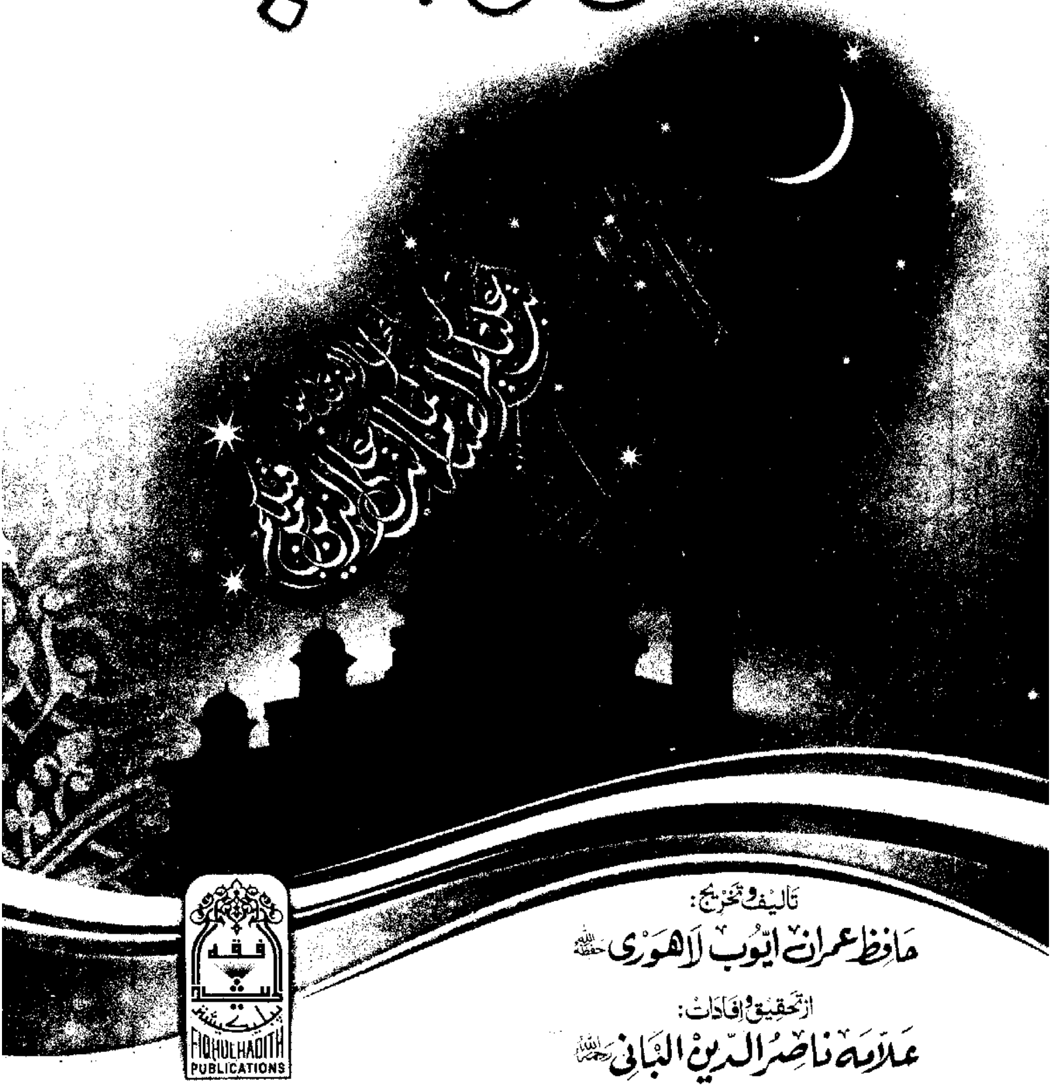
تفہیم کتاب وسنت

7

کتاب الصیام

روزوں کی فرضیت، فضیلت، فوائد، آداب، نفلی روزوں،
نماز تراویح، اعتکاف، شب قدر اور فضائل قرآن کا بیان

روزوں کی کتاب



تالیف وتخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق وافادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

FIQHUL HADITH PUBLICATIONS

تاریخ اشاعت ———— ستمبر 2004ء

مطبوعہ ————

ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور - پاکستان

Phone: 0300-4206199

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

website: www.fiqhulhadith.com

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

Phone: 042-7321865

E-mail: nomania2000@hotmail.com

website: www.nomanibooks.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

صیامِ رمضان اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہیں اور اُمہٗ اسلامیہ کے تمام افراد پر فرض ہیں۔ ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت کے ساتھ ثابت ہے۔ بعض اہل علم وفتویٰ حضرات نے عمداً روزے چھوڑنے والے کو کافر ومرتد بھی قرار دیا ہے۔ ترکِ روزہ کے گناہ کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ ''جس نے عمداً بلا عذر ایک دن کا روزہ چھوڑا وہ تا حیات بھی روزے رکھتا رہے تب بھی اس کا بدلہ نہیں ادا کرسکتا۔'' رمضان کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال 17 رمضان کو حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر الکبریٰ برپا ہوا۔ ماہ رمضان میں ہی قدر کی رات قرآن نازل ہوا۔

سال کے تمام مہینوں میں ماہ رمضان کو جو فضیلت و برتری اور تفوق وامتیاز حاصل ہے وہ کسی دوسرے مہینے کو حاصل نہیں۔ یہ مہینہ نزول سعادت کی یادگار ہے۔ خدا پرستیوں کا سرچشمہ ہے۔ صبر وتحمل اور ایثار نفس کا معلم ہے۔ اس میں جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ جہنم کے تمام دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔ شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ مغفرت ورحمت کی برسات ہوتی ہے۔ عصیاں کاروں کو راہ نجات ملتی ہے۔ فسق وفجور میں کمی اور اعمال صالحہ میں کثرت ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن' ذکر واذکار اور مجالسِ تبلیغ شب وروز ہوتی ہیں۔ اہل ثروت و دولت حضرات رضائے الٰہی کے لیے فرض زکوٰۃ کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ لوگ قیام اللیل یعنی نماز تراویح میں شرکت کرتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوکر دعا ومناجات کرتے ہیں' توبہ واستغفار کرتے ہیں اور اپنی بدکرداریوں اور سیاہ کاریوں کو معاف کرا کے جنت نعیم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

لیکن ماہ رمضان کے اس روح پرور موسم میں بھی کچھ بدنصیب شرپسند ایسے ہوتے ہیں جن کے شیطانی اعمال اور افعال خبیثہ میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں آتی۔ انوار وتجلیات کے اس مہینے میں بھی فسق وفجور کی تاریکی میں مستغرق اور بہیمی خواہشات کی تکمیل میں منہمک نظر آتے ہیں۔ رمضان کے دوران شربِ خمر اور زنا وبدکاری جیسے

حرام افعال سرانجام دیتے ہیں۔ عبادت الٰہی سے یوں تہی دامن ہو چکے ہیں کہ انہیں اگر ایک لحہ بھی انابت ورجوع الی اللہ میں گزارنے کے لیے کہا جائے تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کسی سخت عذاب میں گرفتار کر دیے گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر رمضان جیسے بابرکت مہینے میں بھی رحمتیں نہیں بلکہ آسمانی لعنتیں برستی ہیں۔ ان کے لیے برکت وجنت کے نہیں بلکہ غضب وعذاب کے دروازے صدا کھلے رہتے ہیں۔

یہ تو اُن لوگوں کا حال تھا جو رمضان میں روزوں کے حکم کو کلی طور پر پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اور جو روزہ دار ہوتے ہیں ان میں سے بھی شاید ہی کچھ لوگ مراد کو پہنچتے ہوں وگرنہ اکثر تو دوران روزہ بھی ماہ رمضان کی قدروں کو پامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کھانے پینے سے روزہ رکھا ہے لیکن غیبت جیسی لعنت کے ذریعے اپنے مردہ بھائیوں کا خون اور گوشت کھایا جارہا ہے۔ روزہ رکھا ہے لیکن جھوٹ' فریب' گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی جارہی۔ دوران روزہ فلمیں' ڈرامے اور بے ہودہ وفحش قسم کے پروگرام دیکھ کر ٹائم پاس کیا جارہا ہے۔ سگریٹ نوشی اور نسوار کے ذریعے روزہ پکا کیا جارہا ہے۔ خواتین روزے کی حالت میں بے حجاب' میک اَپ کر کے' خوشبو لگا کر سڑکوں' بازاروں اور شوپنگ سنٹرز میں غیر محرموں کے ساتھ برسر عام شعائر اسلام کا مذاق اڑاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

خبردار! ایسے روزے کا کوئی فائدہ نہیں جو ہمیں پرہیز گاری کا سبق نہ دے' جو ہمارے اندر تقویٰ وطہارت پیدا نہ کرے' جو ہمیں صبر و پرہیز اور تکالیف ومصائب میں تحمل وبرداشت کا عادی نہ بنائے' جو ہمارے اندر نیکیوں کا جوش اور گناہوں سے بچنے کی قوت وصلاحیت پیدا نہ کرے اور جو ہماری بہیمی خواہشات کو کچلنے میں مدد ومعاون ثابت نہ ہو۔ بلکہ ایسا روزہ محض بھوک پیاس کا عذاب ہی ہے' اس کے سوا اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ ''کتنے ہی روزہ دار ہیں جنہیں ان کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

فرضیت صیام کی اصل حکمت انسانوں کو صبر و پرہیز کی مشق کرانا ہے جیسا کہ روزوں کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود جامع مانع انداز میں فرمادیا کہ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ یعنی روزوں کی فرضیت کا مقصد یہ ہے کہ تم تقوی و پرہیز اور صبر وتحمل کے خوگر بن جاؤ کیونکہ یہی پرہیز تمہاری نجات کا باعث ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا یہ قول کہ (Prevention is better than cure) ''پرہیز علاج سے بہتر ہے۔'' ہم سب نے سنا ہے اور جو پرہیز ڈاکٹر بتلاتے ہیں ہماری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ اس سے احتراز کریں۔ اور اگر کوئی پرہیز نہ کرے اور پھر بیمار ہو جائے تو اسے نہ صرف بدمزہ وکڑوی ادویات اپنے حلق سے نیچے اتارنا پڑتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو علاج کی غرض سے اس کے اعضائے بدن کو چیڑ اپھاڑا تک جاتا ہے۔

بعینہ رمضان بھی ہمیں پرہیز سکھانے آیا ہے۔ جیسے ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے پر حلال وپاک اشیاء سے دن

بھر قطع تعلق و بیزار رہتے ہیں اسی طرح اس کے منع کردہ تمام برے اعمال وسیئات سے اجتناب کریں۔ لیکن اگر ہم اس پرہیز کی پالیسی کو نہیں اپنائیں گے تو جنت میں داخلے کے لیے علاج کروانا پڑے گا اور تصور کیجیے کیا وہ علاج کوئی برداشت کر پائے گا؟ کہ نرم ونازک انسان کو اپنی بدپرہیزی کا انجام بھگتنے کے لیے اُس آگ میں ڈبو دیا جائے گا جو درجۂ حرارت میں دنیاوی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے۔ کھانے کے لیے گندا خون' زخموں سے نکلنے والی پیپ' کانٹے دار جھاڑیاں اور پینے کو اُبلتا کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا۔ علاج کے بطور سب سے ہلکی سزا یہ ہوگی کہ انسان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن کی حرارت اس قدر شدید ہوگی کہ ان کی وجہ سے اس شخص کا دماغ یوں جوش مارے گا جیسے ہنڈیا چولہے پر جوش مارتی ہے۔ ساری زندگی عیش وآرام اور ناز ونعم میں رہنے والا صرف ایک مرتبہ آگ میں غوطہ کھانے کے بعد کہے گا' اللہ کی قسم! میں نے دنیا میں کبھی کوئی بھلائی اور نعمت نہیں دیکھی۔ آگ نے بعض لوگوں کو ٹخنوں تک' بعض کو گھٹنوں تک' بعض کو کمر تک اور بعض کو گردن تک گھیر رکھا ہو گا۔ جہنمی کو اس قدر موٹا اور چوڑا کر دیا جائے گا کہ اس کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کے لیے تین دن کی مسافت ہوگی' اس کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ یہ وہ علاج ہے جس کے بعد دنیا میں بدپرہیزی کرنے والا انسان جنت میں داخل ہو سکے گا بشرطیکہ مشرک نہ ہو۔ اب خود ہی سوچیے! کہ پرہیز بہتر ہے یا علاج؟

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' جب قربانیوں کا گوشت اللہ کو نہیں پہنچتا تو ایسی بھوک پیاس کیسے پہنچے گی جس میں تقویٰ و پرہیز شامل نہ ہو۔ بس یہی مقصد روزہ اور حکمت رمضان ہے جس نے اسے پالیا وہ جنت رفیع میں بلند درجات کا مالک بن گیا اور جس نے اسے نظر انداز کر دیا وہ ناکام ونامراد ہو گیا۔ [اعاذنا اللہ منہ]

زیرِ نظر کتاب'' کتاب الصیام'' میں ہم نے مسائل روزہ پر مفصل بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ ''سلسلہ فقہ الحدیث'' کی سابقہ روایت کے مطابق اس کتاب میں بھی دلائل کے لیے صحیح احادیث کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث پر **شیخ ناصر الدین البانی** رحمہ اللہ کی تحقیق لگائی گئی ہے۔ شیخ البانی کے علاوہ دیگر کبار محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج وتحقیق کی گئی ہے۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ عرب وعجم کے قدیم وجدید علماء ومفتیان اور فقہائے عظام کے فتاویٰ جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ قارئین کی سہولت کے لیے اس کتاب کی ابتداء میں بھی وہ ضروری اصطلاحات درج کر دی گئی ہیں جنہیں کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔ اردو عبارت نہایت سہل رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عام آدمی بھی اس سے بآسانی مستفید ہو سکے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ کوئی بھی چیز بنانے والا جب پوری محنت و مشقت اور تگ و دو سے کوئی چیز بنا لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں لیکن جب دوسروں کی ناقدانہ نظر اس چیز پر پڑتی ہے تو مختلف قسم کے نقائص سامنے آتے ہیں جو بناتے وقت اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ اسی طرح کتاب ہذا کو بھی ہر قسم کے نقص سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اگر قارئین پھر بھی اس میں علمی یا فنی حوالے سے کوئی نقص و سقم دیکھیں تو ضرور مطلع کریں تا کہ اس کی جلد از جلد تصحیح کی جا سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عطا فرمائے' اسے لوگوں کی ہدایت کا سرچشمہ بنائے' اور راقم الحروف اور اس کے اہل و عیال اور تمام معاونین کے لیے باعث نجات بنائے۔ (آمین)

"وما توفیقی إلا بالله علیه توکلت وإلیه انیب"

کتبه

حافظ عمران ایوب لاهوری

بتاریخ : 21 ستمبر 2004ء , بمطابق : 5 شعبان 1425ھ

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

ویب سائٹ: www.fiqhulhadith.com

فہرست

چاند دیکھنے کا بیان

روزوں کی فرضیت کا بیان

روزوں کی فضیلت کا بیان

روزوں کے آداب کا بیان

روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان

روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان

روزہ توڑنے والی اشیا کا بیان

روزوں کی قضاء کا بیان

نفلی روزوں کا بیان

جن ایام کے روزے ممنوع ہیں

نماز تراویح کا بیان

اعتکاف کا بیان

شب قدر کا بیان

فضائل قرآن کا بیان

متفرق مسائل کا بیان

چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن' سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جزء کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد' عبادات' معاملات' تفسیر' سیرت' مناقب' فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول' فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سدالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن وسنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو' یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطھارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب ' نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق' بدعتی' بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَہ

لفظِ صیام باب صَامَ یَصُوْمُ (نصر) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی "روزہ رکھنا اور رُک جانا (یعنی کھانے پینے، بولنے، جماع کرنے یا چلنے سے رک جانا سب اس میں شامل ہیں)۔"(۱)

جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ ﴿إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا﴾ [مریم : ٢٦] "بے شک میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے۔" اور روزے سے ان کی مراد کلام سے خاموشی تھی۔ جیسا کہ اسی آیت کا اگلا حصہ اس کی وضاحت کرتا ہے کہ ﴿فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا﴾ "میں (نے روزہ رکھا ہے لہٰذا میں) آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔"(۲)

شرعاً روزے کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ایام میں، مخصوص اشیاء (یعنی کھانے پینے، فسق و فجور کے ارتکاب اور دن میں جماع کرنے) سے رک جانا، روزہ ہے۔ یہ تعریف حافظ ابن حجر اور امام نووی رحمہما اللہ نے ذکر فرمائی ہے۔ کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ سارا دن (طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک) نیت کے ساتھ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت و خواہش سے رُکے رہنا، روزہ ہے۔ کچھ نے یوں بھی تعریف کی ہے کہ مخصوص امساک کا نام روزہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مخصوص صفت کے ساتھ تین روزہ توڑنے والی اشیاء سے رُکے رہنا۔ کچھ کا کہنا ہے کہ مخصوص نیت کے ساتھ ایسے مکمل دن میں جو روزے کے قابل ہو (یعنی اس میں روزہ ممنوع نہ ہو مثلاً عیدین، ایام تشریق اور شک کا دن وغیرہ) روزہ توڑنے والی چیز سے رُکے رہنا، روزہ ہے۔(۳)

علاوہ ازیں امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ روزہ خالص اللہ عزوجل کی (رضامندی کی) نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع و ہم بستری سے رکنے کا نام ہے۔(۴)

---

(۱) [القاموس المحیط (ص/۱۰۲۰) المنجد (ص/٤٧٦)] (۲) [تفسیر قرطبی (٢٦٨/٢)]

(۳) [فتح الباری (٥٩٢/٤) شرح مسلم للنووی (٢٠٠/٤) سبل السلام (٨٥٩/٢) مغنی المحتاج (٤٢٠/١)]

(٤) [تفسیر ابن کثیر (٤٣٥/١)]

روزے کب فرض ہوئے

روزے دو ہجری میں فرض کیے گئے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں نو برس ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ چنانچہ امام نوویؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے نو رمضان المبارک کے روزے رکھے' اس لیے کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں فوت ہوئے تھے۔(۱)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ رمضان کے روزے دوسری صدی ہجری میں فرض کیے گئے۔(۲)

روزے کی حکمت

اولاً ہمیں یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مختلف اچھے اچھے نام ہیں۔ان میں سے ایک نام حکیم بھی ہے جو کہ حکمت اور حکم سے مشتق ہے۔چونکہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لہٰذا اس کے تمام احکام بھی نہایت پر حکمت ہیں۔ تمام احکامات کے پر حکمت ہونے کے باوجود بعض اوقات ہمیں اس کی حکمت کا علم ہوتا ہے اور بعض اوقات ہماری عقلیں اس کی حکمت کا ادراک نہیں کر سکتیں۔اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ حکمتوں کا ہمیں علم ہوتا ہے اور بہت ساری حکمتیں ہم پر مخفی ہی رہتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کرتے ہوئے اس کی حکمت کا بھی ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ ﴾ [البقرة : ۱۸۳] ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے' تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزے کو اللہ تعالیٰ نے تقوی و پرہیز گاری حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔اہل علم نے روزے کی مشروعیت کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں جو سب کی سب تقوی کی ہی خصلتیں ہیں' روزہ دار کو متنبہ کرنے کی غرض سے ان میں سے چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے:

(1) روزہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے شکر کا ایک وسیلہ ہے۔روزہ نام ہے کھانا پینا ترک کرنے کا اور کھانا پینا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔لہٰذا اس سے کچھ دیر کے لیے رک جانا اس کی قدر و قیمت معلوم کراتا ہے۔پھر انسان اِن نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر راغب ہوتا ہے۔

(2) روزے سے شہوات پر قابو پایا جاتا ہے۔کیونکہ جب انسان سیر ہو اور اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو تو اسے شہوت کی تمنا ہوتی ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو خواہشات و شہوات سے اجتناب کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ

(۱) [المجموع (۲۵۰/۶)]
(۲) [نیل الأوطار (۱۵۱/۳)]

نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔''

(3) روزہ حرام اشیاء سے اجتناب کا ذریعہ ہے کیونکہ انسان جب رضائے الٰہی کے حصول کے لیے حلال اشیاء ترک کر دینے پر تیار ہو جاتا ہے تو حرام اشیاء ترک کر دینے پر بالاولیٰ تیار ہوگا۔ اس طرح روزہ انسان کے لیے حرام کاموں سے بچنے کا وسیلہ بنتا ہے۔

(4) روزہ انسان کو اس ایمان و یقین پر تیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحہ اس کی نگہبانی و نگرانی کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان قدرت و طاقت کے باوجود اپنی خواہشات اور حلال اشیاء ترک کر دیتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین محکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

(5) روزہ فقراء و مساکین پر شفقت و رحمت اور نرمی کرنے کا باعث ہے۔ کیونکہ جب انسان کچھ دیر کے لیے بھوکا رہتا ہے تو پھر اسے اُن لوگوں کی حالت کا احساس ہوتا ہے جنہیں ہر وقت کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ شخص غرباء کی اعانت' ان کے ساتھ شفقت و رحمت اور احسان کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(6) روزہ شیطان کو غم و غصہ دلانے اور اس کی کمزوری ثابت کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ روزے سے شیطان کے وسوسے بھی کم ہو جاتے ہیں' جس بنا پر معاصی اور گناہ و جرائم بھی کم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے' تو روزے کی وجہ سے یہ گردش والی جگہیں تنگ پڑ جاتی ہیں جس سے وہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا نفوذ بھی کم ہوتا ہے۔

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) بلاشبہ کھانے پینے کی وجہ سے خون پیدا ہوتا ہے' اس لیے جب کھایا پیا جائے تو شیطان کی گردش کی جگہوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ خون ہے۔ اور جب روزہ رکھا جائے تو شیطان کی گردش والی جگہیں تنگ ہو جاتی ہیں' جس کی وجہ سے دل اچھائی اور بھلائی کے کاموں پر آمادہ ہوتا ہے اور برائی کے کام ترک کر دیتا ہے۔(۱)

(7) روزے کے ذریعے مسلمان کثرت کے ساتھ اطاعت کے کام بجالانے کا عادی بن جاتا ہے۔ کیونکہ روزہ دار دوران روزہ کثرت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کے کام سرانجام دیتا ہے لہٰذا وہ اس کا عادی بن جاتا ہے۔

(8) روزہ انسان میں دنیاوی خواہشات و لذات سے زہد پیدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس موجود اجر و ثواب حاصل کرنے کی رغبت پیدا کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں روزے کی چند ایک حکمتیں بیان کی گئی ہیں' ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری روزے کی حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزے کے مقاصد کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔(۲)

---

(۱) [ملخصا : مجموع الفتاوی (۲٤٦/۲٥)] (۲) [ملاحظہ ہو: تفسیر سعدی (ص/۱۱٦) الموسوعة الفقهية (۲۸/۹)]

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) جب ہم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھتے ہیں کہ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے' تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔'' تو ہمیں روزوں کی فرضیت کی حکمت کا علم ہوتا ہے کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ ہے۔تقویٰ محرمات کو ترک کرنے کا نام ہے اور تقویٰ کا اطلاق محظورات کو ترک کرنے اور مامور بہ اشیاء پر عمل کرنے پر ہوتا ہے۔(۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مصلحت' ان کے نفسوں کی تہذیب اور انہیں بشری کمال تک پہنچانے کے لیے ماہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں۔روزے میں کھانے پینے وغیرہ جیسی اشیاء سے رکنا ہے۔اس سے خواہشات کے برخلاف نفس کی مشق ہوتی ہے' دوران روزہ ممنوع شہوات پر غلبہ پانے کے لیے تعاون ملتا ہے اور یہ چیز نفس کو اخلاق فاضلہ اپنانے کے لیے تیار کرتی ہے۔(۲)

روزے کے فوائد

(ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) روزے میں اجتماعی فوائد بھی ہیں مثلاً لوگوں میں شعور پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک امت ہیں' وہ (سب) ایک وقت میں کھاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں روزہ رکھتے ہیں۔روزے سے امیر آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا احساس ہوتا ہے اور پھر وہ فقیر سے نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔(۳)

روزے کے اُخروی فوائد وفضائل تو آئندہ باب ''روزوں کی فضیلت کا بیان'' کے تحت آئیں گے۔ تاہم اس کے دنیاوی و مادی فوائد کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ ﴿ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا ﴾ ''روزے رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔''(٤)

عصر حاضر کی جدید سائنسی تحقیق یہ کہتی ہے کہ جسم انسانی پر سال بھر میں لازماً کچھ وقت ایسا آنا چاہیے جس میں اس کا معدہ کچھ دیر فارغ رہے۔کیونکہ مسلسل کھاتے رہنے سے معدے میں مختلف قسم کی رطوبتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو آہستہ آہستہ زہر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔لیکن روزے سے یہ رطوبتیں اور ان سے پیدا ہونے والے کئی مہلک امراض ختم ہو جاتے ہیں اور نظام انہضام پہلے سے قوی تر ہو جاتا ہے۔

روزہ جہاں جسمانی زندگی کو نئی روح اور توانائی بخشتا ہے وہاں اِس سے بے شمار معاشی پریشانیاں بھی دور ہوتی ہیں۔کیونکہ جب امراض کم ہوں گے تو ہسپتال بھی کم ہوں گے اور ہسپتالوں کا کم ہونا پُرسکون معاشرے کی علامت

(۱) [فتاوی أركان إسلام (ص/٤٥١)] (۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٨٦/١٠)]

(۳) [فتاوی إسلامية (١١٧/٢)]

(٤) [الدر المنثور للسيوطي (١٨٢/١) الترغيب والترهيب للمنذري (٨٣/٢) یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔[الترغيب والترهيب محقق (٩/٢)] امام ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (١٨٠/٣)]

ہے۔ بعض اہل علم کا یہ بھی کہنا ہے کہ جسم کو گرم اور متحرک رکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ روزے رکھنا انتہائی مفید ہے۔ روزہ شوگر' دل اور معدے کے مریضوں کے لیے نہایت مفید ہے اور مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ کا کہنا ہے کہ روزے سے دماغی اور نفسیاتی امراض کا کلی خاتمہ ہو جاتا ہے۔(۱)

ڈاکٹر عبدالحمید دیان (Abdul-Hamid Dian) اور ڈاکٹر احمد قارا قز (Ahmad Qara Quz) اپنے ایک آرٹیکل "Medicine in the Glorious Qur'an." میں لکھتے ہیں کہ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ)

''روزہ انسان کی جسمانی' نفسیاتی اور جذباتی بیماریوں کے لیے مؤثر علاج ہے۔ یہ آدمی کی مستقل مزاجی کو بڑھاتا ہے' اس کی تربیت کرتا ہے اور اس کی پسند اور عادات کو شاندار بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزہ انسان کو طاقتور بناتا ہے اور اس کے اچھے اعمال کو پختہ عزم دیتا ہے۔ تاکہ وہ لڑائی وفسادات کے کاموں' چڑچڑے پن اور جلد بازی کے کاموں سے اجتناب کر سکے۔ یہ تمام چیزیں مل کر اس کو ہوشمند اور صحت مند انسان بناتی ہیں۔ علاوہ ازیں روزہ اس کی ترقی' قوت مدافعت اور قابلیت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے تاکہ وہ مشکل حالات کا سامنا کر سکے۔ روزہ انسان کو کم کھانے کا عادی بناتا ہے اور اس کے موٹاپے کو کنٹرول کرتا ہے جس سے اس کی شکل وشباہت میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔

روزے کی وجہ سے انسان کی صحت پر جو اثرات وفوائد مرتب ہوتے ہیں وہ یہیں ختم نہیں ہوتے بلکہ روزہ انسان کو بہت سی مہلک بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن میں اہم وقابل ذکر نظام انہضام کی بیماریاں ہیں مثلا معدے کا پرانا درد' معدے کی جلن' جگر کی بیماریاں' بدہضمی وغیرہ۔ علاوہ ازیں موٹاپا' بلڈ پریشر' دمہ' خناق اور ان جیسی دیگر بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ روزے کی حالت میں بھوک کی وجہ سے انسان کے جسم میں موجود خون کے خراب خلیوں کے ٹوٹنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ خون کے نئے خلیے بننا شروع ہو جاتے ہیں۔''

ڈاکٹر شاہد اطہر (Shahid Athar) جو کہ امریکہ کی ایک یونیورسٹی ''انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن'' کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں وہ فوائد رمضان کے متعلق اپنے ایک آرٹیکل میں لکھتے ہیں کہ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ)

''روزہ اُن لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جو نرم مزاج' اعتدال پسند اور مثالی بننا چاہتے ہیں۔ 1994ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس ''رمضان اور صحت'' جو کہ ''کاسابلانکہ'' میں منعقد ہوئی۔ اس میں طبی حوالے سے روزے کی وسعت وپھیلاؤ کے بارے میں 150 اہم نکات پر روشنی ڈالی گئی۔ جس سے نظام طب کے حوالے سے بہت سے اچھے اثرات سامنے آئے حتی کہ یہ چیز بھی سامنے آئی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے کسی بھی طریقے سے نقصان دہ نہیں ہے۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ اس میں سکون اور صبر وتحمل کا درس لیتے ہیں۔ روزہ کی حالت میں انسان کی نفسانی بیماریاں کم ہو جاتی ہیں اور انسان کئی اور دوسرے جرموں سے بچ جاتا ہے۔''

---

(۱) [ملاحظہ ہو : سنت نبوی اور جدید سائنس (۱۶۲/۱)]

ڈاکٹر عزیزی (Azizi) اور ڈاکٹر بہنام (Behnam) جو کہ ''ایس، بی یونیورسٹی آف میڈیکل سائنس تہران (ایران)'' کے ''اینڈوکرائن ریسرچ سنٹر'' میں میڈیکل پروفیسر ہیں۔ وہ اپنے ایک آرٹیکل "Ramadan Fasting and Diabetes" میں بیان کرتے ہیں کہ ''اکثر و بیشتر مشاہدات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے بہت مفید ہے بالخصوص شوگر کے مریضوں کے لیے۔''

عمداً بلا عذر روزہ چھوڑنے کا حکم

(ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ) ایام رمضان میں سے کسی دن میں جماع وغیرہ کے ذریعے بلا عذر روزہ چھوڑنا یا روزہ توڑنا کبیرہ گناہ ہے۔(۱)

انہوں نے جن روایات سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دین اسلام کی تین بنیادیں ہیں جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی اس کا انکار کرتے ہوئے چھوڑ دیا اسے قتل کرنا جائز ہے ''کلمہ کی شہادت' فرض نماز اور رمضان کے روزے۔''(۲)

علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ ''اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی قضاء) نہیں ہو سکتے۔''(۳)

وقت افطار سے قبل جان بوجھ کر روزہ افطار کرنے والوں کا خوفناک انجام

حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ﴿ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَتَانِي رَجُلَانِ فَأَخَذَا بِضَبْعِي فَأَتَيَا بِي جَبَلًا وَعْرًا ... قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ قَالَ : الَّذِيْنَ يُفْطِرُوْنَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ ﴾ ''ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ انہوں نے میرے دونوں بازوؤں کو پکڑا اور مجھے ایک پہاڑ پر لائے۔ اور ان دونوں نے کہا: اس پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اسے آسان کر دیتے ہیں۔ پھر میں چڑھا حتی کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے سخت قسم کی آوازیں سنیں۔ میں نے دریافت کیا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر وہ مجھے لے کر کچھ آگے چلے۔ وہاں میں نے کچھ ایسے اُلٹے لٹکے ہوئے لوگ دیکھے جن کے منہ چیرے گئے تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا:

---

(۱) [الزواجر لابن حجر الهيثمی (۱/۴۲۹)]

(۲) [مسند أبي يعلى (۲۳٤۹/٤) حافظ ابن حجر ہیثمیؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔]

(۳) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ۱۹۳۵) كتاب الصوم : باب إذا جامع في رمضان]

یہ وہ لوگ ہیں جو وقت افطار سے پہلے روزہ افطار کرلیا کرتے تھے۔''(۱)

(البانی رحمہ اللہ) یہ اس شخص کی سزا ہے جو روزہ رکھنے کے بعد افطاری سے قبل عمداً یعنی جان بوجھ کر روزہ افطار کردے۔تو اب بتائیں کہ جو بالکل ہی روزہ نہ رکھے اس کی سزا کیا ہوگی؟ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی بھلائی کے طلب گار ہیں۔(۲)

ماہ رمضان پانے کے باوجود مغفرت حاصل نہ کرنے والے کا انجام

جس شخص کی زندگی میں ماہ رمضان آیا لیکن وہ اس میں اپنی بخشش نہ کراسکا وہ آگ میں جائے گا اور اس کے لیے ہلاکت وبربادی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ الْمِنبَرَ فَقَالَ آمِين - آمِين - آمين - قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ صَعِدْتَ الْمِنبَرَ فَقُلْتَ : آمين - آمين - آمين - فَقَالَ إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَقَالَ : مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللهُ قُلْ آمين - فَقُلْتُ آمين ﴾ ''نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے اور کہا: آمین' آمین' آمین۔صحابہ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے کہا: آمین' آمین' آمین (اس کی کیا وجہ ہے؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا، جس شخص کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور وہ اس میں اپنی بخشش نہ کرواسکا تو وہ آگ میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کردے' آپ آمین کہیے۔تو میں نے آمین کہہ دیا۔''(۳)

روزہ جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ الصِّيَامُ جُنَّةٌ وَحِصْنٌ حَصِينٌ مِنَ النَّارِ ﴾ ''روزے (جہنم کی) آگ سے بچنے کے لیے ڈھال اور مضبوط قلع ہیں۔''(٤)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الصِّيَامُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ ﴾ ''روزے ایسی ڈھال ہیں جن کے ذریعے آدمی (جہنم کی) آگ سے بچ سکتا ہے۔''(٥)

روزے کے برابر کوئی چیز نہیں

حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔

---

(۱) [صحيح : صحيح الترغيب (١٠٠٥) كتاب الصوم ، ابن خزيمة (١٩٨٦) ابن حبان (٧٤٤٨)]

(۲) [موارد الظمآن للألباني (١٥٠٩)]

(۳) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (٩٩٧) كتاب الصوم ، ابن خزيمة (١٨٨٨)]

(٤) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (٩٨٠) كتاب الصوم ، احمد (٤٠٢/٢) شعب الإيمان (٣٥٧١)]

(٥) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (٩٨١) كتاب الصوم : باب الترغيب فى الصوم مطلقا ' احمد (٣٩٦/٣)]

آپ ﷺ نے فرمایا﴿ عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا عَدْلَ لَهُ ﴾ ''روزے رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔'' پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔ میں نے پھر کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔(۱)

کیا بچے روزہ رکھ سکتے ہیں؟

نابالغ بچوں پر روزہ فرض نہیں لیکن اگر ان کے والدین انہیں بچپن میں ہی مشق کرانے کے لیے اور عادی بنانے کے لیے اپنے ساتھ روزہ رکھواتے ہیں تو یہ بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشوراء کی صبح کو نبی کریم ﷺ نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ داروں کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (یعنی رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد)﴿ فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا ﴾ ''ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔'' انہیں ہم اُون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے حتی کہ افطاری کا وقت ہو جاتا۔(۲)

(ابن حجر رحمہ اللہ) اس حدیث میں دلیل ہے کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھوانا مشروع ہے اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلّف نہیں ہیں۔(۳)

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث میں (دلیل ہے) کہ بچوں کو اطاعت کے کاموں کی مشق کرانا اور انہیں عبادات کی عادت ڈالنا (مستحب ہے) لیکن وہ مکلّف نہیں ہوں گے۔(٤)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اگر کوئی بچہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو تو اس پر روزے لازم نہیں لیکن اگر وہ بغیر کسی مشقت کے روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو پھر اسے روزے کا حکم دیا جا سکتا ہے اور صحابہ کرام بھی بچوں کو روزے رکھوایا کرتے تھے۔(٥)

رمضان میں سخاوت اور قرآن کا دور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدُ النَّاسِ بِالْخَيْرِ ... ﴾ ''نبی ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی

(۱) [صحيح : صحيح الترغيب (٩٨٦) كتاب الصوم : باب الترغيب فى الصوم مطلقا ' ابن خزيمة (١٨٨٨)]
(۲) [بخارى (١٩٦٠) كتاب الصوم : باب صوم الصبيان ' مسلم (١١٣٦) ابن حبان (٣٦٢٠)]
(۳) [فتح البارى (٢٠١/٤)] (٤) [شرح مسلم للنووى (٤٦٩/٤)]
(٥) [فتاوى إسلامية (١٦٢/٢)]

ہر رات میں ملتے حتی کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملنے لگتے تو آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔''(۱)

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث سے پتہ چلا کہ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ سخاوت کرنا مستحب ہے۔(۲)

(سید سابق رحمہ اللہ) سخاوت اور قرآن کا دور ہر وقت مستحب ہے لیکن رمضان میں زیادہ مؤکد ہے۔(۳)

جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ﴾ ''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام والتزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔''(٤)

(ابن حجر رحمہ اللہ) اس حدیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ روزے سے اصل میں مطلوب شہوت کو توڑنا ہے۔(٥)

بے نماز کے روزے کا حکم

بے نماز کا روزہ صحیح نہیں کیونکہ شریعت میں ثابت ہے کہ جان بوجھ کر دائمی طور پر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے جیسا کہ (اس کے تفصیلی دلائل ہماری کتاب "نماز کی کتاب" میں ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں البتہ اس کی) ایک دلیل یہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَ الشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ﴾ ''کفر و شرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔''(٦) علاوہ ازیں امام ابن تیمیہؒ، شیخ ابن جبرینؒ، شیخ ابن عثیمینؒ اور سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی وغیرہ نے بھی دائمی طور پر نماز چھوڑنے والے کو کافر ہی قرار دیا ہے۔(٧)

لہٰذا جب یہ بات ثابت ہے کہ بے نماز کافر ہے تو اس کی کوئی عبادت بھی قبول نہیں تو چونکہ روزہ بھی عبادت

---

(۱) [بخاری (۱۹۰۲) کتاب الصوم : باب أجود ما كان النبي ﷺ يكون في رمضان، مسلم (۲۳۰۸)]

(۲) [شرح مسلم (٤٠٩/٧)] (۳) [فقه السنة (٤٠٥/١)]

(۳) [بخاری (٥٠٦٥) کتاب النكاح : باب قول النبي : من استطاع الباءة فليتزوج...... مسلم (١٤٠٠)]

(٤) [فتح الباري (تحت الحديث / ٥٠٦٥)]

(٦) [مسلم (٨٢) كتاب الإيمان : باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، أبو داود (٤٦٧٨)]

(٧) [مجموع الفتاوى (٩٧/٢٠) فتاوى الإسلامية (٢٩٦/١)، (١١٨/٢) فتاوى إسلامية (٣١١/١-٣١٢)]

ہے اس لیے روزہ بھی قبول نہیں ہوگا۔

صرف رمضان میں نمازیں پڑھنے والوں کے روزوں کا حکم

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) نماز ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اور یہ شہادتین کے بعد سب سے اہم رکن ہے اور فرض عین ہے۔ جس نے اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑا یا سستی و کوتاہی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا یقیناً اس نے کفر کیا۔ اور جو لوگ رمضان میں روزے رکھتے ہیں اور صرف رمضان میں ہی نماز ادا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ انتہائی بدترین وہ قوم ہے جو اللہ تعالیٰ کو صرف رمضان میں ہی پہچانتی ہے۔ ایسے لوگوں کے روزے درست نہیں ہیں جو رمضان کے علاوہ نماز چھوڑے رکھتے ہیں بلکہ یہ لوگ اس کے ساتھ کفر اکبر کرنے والے ہیں اگرچہ وہ نماز کے وجوب کا انکار نہیں کرتے' علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہی ہے۔(۱)

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۱٤۰)]

كتاب الصيام

روزے کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ﴾ [البقرة : ١٨٤]

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك﴾

''روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

[بخاری (١٨٩٤) كتاب الصوم: باب فضل الصوم]

باب رؤية الهلال — چاند دیکھنے کا بیان

ماہِ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَ لَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ ﴾ ''جب تم (رمضان کا) چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب تم (عید کا) چاند دیکھ لو تو روزہ چھوڑ دو۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ ﴾ ''(ماہِ رمضان کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (ماہِ شوال کا) چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو۔''(۲)

چاند دیکھنے کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضٰى رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ '' یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! تو اسے ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو تو پسند کرتا ہے اے ہمارے رب! اور جس سے تو راضی ہوتا ہے۔ اے چاند! ہمارا اور تمہارا رب اللہ ہے۔''(۳)

ماہِ رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیانتدار مسلمان کی گواہی کافی ہے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَنِّيْ رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَ أَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ ﴾ ''لوگوں نے چاند دیکھنا شروع کیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''(٤)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں؟ اس نے

---

(۱) [بخاری (۱۹۰٦) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۸۰) ابن ماجة (۱٦٥٤) أحمد (۱٤٥/۲) طیالسی (۸٦٦)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۹) کتاب الصوم : باب قول النبی : إذا رأیتم الهلال فصوموا ......' مسلم (۱۰۸۱)]

(۳) [صحیح : دارمی (۳۳٦/۱) ترمذی (۳٤٥۱) کتاب الدعوات : باب ما یقول عند رؤیة الهلال]

(٤) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۰٥۲) أبو داود (۲۳٤۲) دارمی (٤/۲) دار قطنی (۱٥٦/۲)]

کہا ''ہاں''۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا' کیا تو شہادت دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ تو اس نے کہا ''ہاں''۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَـأَذِّنْ فِـي النَّـاسِ يَـا بِلَالُ ! أَنْ يَـصُوْمُوْا غَدًا﴾ اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو آئندہ کل روزہ رکھیں۔(۱)

معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے کے لیے ایک عادل شخص کی شہادت بھی قبول کی جائے گی جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت قبول فرمائی۔

البتہ کچھ اہل علم کا موقف یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے لیے صرف دو آدمیوں کی ہی شہادت قبول کی جائے گی۔(۲) ان کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿فَـإِنْ شَهِـدَ شَـاهِـدَانِ مُـسْـلِمَانِ فَصُوْمُوْا وَأَفْطِرُوْا﴾ ''اگر دو مسلمان گواہ شہادت دیں تو روزہ رکھو اور (دو کی گواہی کے ساتھ) روزہ رکھنا چھوڑ دو۔''(۳)

(2) ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿فَـإِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا﴾ ''اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں اور دو دیانتدار گواہ (چاند دیکھنے کی) شہادت دے دیں تو ہم ان کی شہادت کی وجہ سے روزہ رکھ لیں گے۔''(٤)

ان احادیث میں محل شاہد یہ ہے کہ اگر دو گواہ شہادت دیں تو روزہ رکھا جائے اور اگر دو شہادت نہ دیں تو روزہ نہ رکھا جائے حالانکہ یہ استدلال اصول کے ہی خلاف ہے کیونکہ جب صحیح حدیث میں واضح لفظوں میں ایک شخص کی گواہی قبول کرنے کا ذکر ہے تو پھر مفہوم مخالف سے استدلال درست نہیں۔ علاوہ ازیں خبر واحد کی حجیت کے تمام دلائل بھی اسی موقف کے مؤید ہیں کہ اکیلے دیانتدار شخص کی گواہی پر روزہ رکھا جائے گا۔

٭ (نووی، شوکانی، شیخ ابن باز رحمہ اللہ، سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) یہ تمام بزرگ علما اسی کے قائل ہیں کہ ایک شخص کی گواہی مقبول ہے۔(٥)

---

(۱) [أبو داود (۲۳٤۰) ترمذی (٦۷٦) ابن ماجة (۱٦٥۲) حاكم (٤۲٤/۱) ابن خزيمة (۱۹۲۳) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ البتہ شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [إرواء الغليل (۹۰۷)]

(۲) [نيل الأوطار (۱٥۲/۳) الفقه الإسلامي وأدلته (۱٦٥۱/۳) الأم (۱۲٤/۲) شرح المهذب (۲۸۳/٦) الكافي لا بن عبد البر (ص/۱۱۹) المغني (٤۱٦/٤) كشاف القناع (۳۰٤/۲) سبل السلام (۲۱٦/۲)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۹۰۹) ' (۱٦/٤) نسائي (۱۳۲/٤) ' (۲۱۱٦) أحمد (۳۲۱/٤)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۰٥۰) أبو داود (۲۳۳۸) دار قطني (۱٦۷/۲) بيهقي (۲٤۷/٤)]

(٥) [شرح مسلم (۲۰۷/٤) السيل الجرار (۱۱٤/۲) فتاوى إسلامية (۱۱۰/۲) فتاوى اللجنة الدائمة (۹٤/۱۰)]

ماہ شوال کا چاند دیکھنے کے متعلق بھی ایک شخص کی گواہی کافی ہے

کیونکہ خبر واحد مقبول و حجت ہے اور کسی بھی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ماہ شوال کے چاند کے متعلق دو اشخاص کی گواہی کو لازم قرار نہیں دیا۔

البتہ کچھ علما کا کہنا ہے کہ ماہ شوال کے متعلق دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ لوگوں کے مابین ماہ رمضان کے آخری دن میں اختلاف ہوگیا تو دو دیہاتیوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر شہادت دی کہ اللہ کی قسم گذشتہ شب چاند طلوع ہو چکا ہے ﴿ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوْا ﴾ "اس پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔" اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿ وَ أَنْ يَغْدُوَ إِلَى مُصَلَّاهُمْ ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اگلے روز عید گاہ کی طرف (نماز عید) کے لیے جانے کا کہا۔" (١)

اس روایت کے متعلق یہ واضح رہے کہ یہ محض ایک واقعہ ہے، اس میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ ایک شخص کی گواہی قابل قبول نہیں۔لہٰذا مجرد کسی واقعہ میں آپ ﷺ کا دو آدمیوں کی گواہی قبول کر لینا اس بات کا ثبوت نہیں کہ ایک کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔(٢)

لہٰذا ثابت ہوا کہ ماہ شوال کے چاند کے متعلق بھی ایک آدمی کی گواہی قابل قبول ہے۔

اگر چاند نظر نہ آسکے تو ماہِ شعبان کے دن مکمل ہونے پر روزے رکھنے چاہییں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَ أَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ ﴾ "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند چھپ جائے تو پھر تم شعبان کے تیس (30) دن پورے کر لو۔" (٣)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَ عِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ ﴾ "مہینہ کبھی انتیس (29) راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لیے (انتیس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ شروع نہ کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کر لو۔" (٤)

---

(١) [صحيح : صحيح أبو داود (٢٠٥١) كتاب الصوم ، أبو داود (٢٣٣٩) أحمد (٣١٤/٤)]
(٢) [نيل الأوطار (١٥٣/٣)]
(٣) [بخاری (١٩٠٩) كتاب الصوم ، مسلم (١٠٨١) أحمد (٤١٥/٢) دارمی (٣/٢) دار قطنی (٦٢/٣)]
(٤) [بخاری (١٩٠٧) كتاب الصيام ، موطا (٢٨٦/١) بيهقی (٢٠٥/٤)]

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح ماہِ شعبان کے ایام تکلف کے ساتھ شمار کرتے تھے اس طرح کسی اور ماہ کے نہیں کرتے تھے۔ پھر ماہِ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے اور اگر آپ پر مطلع ابر آلود ہو جاتا تو (ماہِ شعبان کے) تیس دن شمار کر لیتے پھر روزہ رکھتے۔(۱)

مشکوک دن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ ﴾ ”جس نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔“(۲)

مشکوک دن سے مراد ماہ شعبان کا تیسواں دن ہے یعنی جب اس رات اَبر آلودگی کے باعث چاند نظر نہ آئے اور یہ شک ہو جائے کہ آیا رمضان ہے یا نہیں؟(۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) صحیح سنت مشکوک دن کے روزے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔(٤)

اگر صرف ایک علاقے والے چاند دیکھیں

جب ایک علاقے والے چاند دیکھ لیں تو اس کے گردونواح کے علاقوں میں رہائش پذیر لوگوں پر بھی روزے فرض ہو جائیں گے۔ جیسا کہ گذشتہ احادیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کی شہادت قبول کی اور اسی پر اکتفا کرتے ہوئے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔(۵)

(ابن قدامہ) جب ایک علاقے کے رہائشی چاند دیکھ لیں تو تمام علاقوں (کے رہائشیوں) پر روزہ لازم ہو جاتا ہے۔(٦)

تاہم کریب کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر علاقے کے رہائشی الگ الگ چاند دیکھیں گے جیسا کہ اس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کریب کی بات (کہ میں نے شبِ جمعہ چاند دیکھا ہے) نہ مانتے ہوئے کہا ہم نے تو چاند بروز ہفتہ دیکھا ہے ﴿ فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِيْنَ أَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ أَوَ لَا تَكْتَفِيْ بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ ؟ فَقَالَ لَا ، هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴾ ”لہٰذا ہم اس وقت تک روزے رکھتے رہیں گے جب تک کہ تیس پورے نہ کر لیں یا ہم (دوبارہ) چاند نہ دیکھ لیں۔ پھر کریب نے کہا کہ کیا آپ

---

(۱) [**صحیح** : إرواء الغليل (تحت الحديث / ۹۰۲) ‘ (۷/۳-۸) هداية الرواة (۳۱۹/۲) ابو داود (۲۳۲۵)]

(۲) [بخاری تعليقا (قبل الحديث/۱۹۰٦) كتاب الصوم : باب إذا رأيتم الهلال ...... ‘ أبو داود (۱۳۳٤) ترمذی (٦۸٦) ابن ماجة (۱٦٤٥) امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔ امام دار قطنیؒ نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [سبل السلام (۸٦۱/۲)] (٤) [فتاوى اللجنة الدائمة (۱۷۷/۱۰)]

(۵) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۲۰۵۲) كتاب الصوم ، أبو داود (۲۳٤۲)]

(٦) [المغنى (۳۲۸/٤)]

کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھ لینا اور روزہ رکھ لینا کافی نہیں ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔اسی طرح ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔'' (۱)

شیخ البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ایسے شخص کے متعلق ہے جس نے اپنے شہر میں چاند دیکھ کر روزہ رکھ لیا۔ پھر دوران رمضان اسے خبر ملی کہ لوگوں نے دوسرے شہر میں اس سے ایک دن پہلے چاند دیکھ لیا تھا تو ایسی صورت میں وہ شخص اپنے شہر والوں کے ساتھ تیس روزوں کی تکمیل تک یا اپنا چاند دیکھ لینے تک روزے رکھے گا۔ اس طرح اشکال ختم ہو جائے گا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث اپنے عموم پر ہی باقی رہے گی کہ جس میں ہر ایسا شخص شامل ہے جسے کسی بھی شہر یا صوبے سے بغیر کسی مسافت کی تحدید کے چاند دیکھنے کی اطلاع ملی جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے [فتاوی (۲۵/۱۰۷)] میں فرمایا ہے۔(۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ درمیانِ رمضان کی بات ہے' ابتدائے رمضان کی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کریب نے مدینہ کے نواحی علاقوں میں چاند نہیں دیکھا تھا بلکہ شام میں دیکھا تھا جو کہ الگ ریاست و ملک تھا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر دو علاقوں کے درمیان مسافت قریب ہوگی تو مطالع مختلف نہیں ہوں گے جیسا کہ بغداد اور بصرہ وغیرہ۔ ان دونوں علاقوں کے رہائشیوں پر محض ان میں سے کسی ایک علاقے میں چاند دیکھ لینے سے روزے لازم ہو جائیں گے۔ اور اگر دو علاقوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو مثلاً عراق اور حجاز اور شام وغیرہ تو پھر ہر علاقے والے اپنے دیکھے (ہوئے چاند) کا اعتبار کریں گے۔(۳)

اگر رمضان کی پہلی رات کا چاند چھوٹا یا بڑا نظر آئے تو پریشان نہیں ہونا چاہیے

حضرت ابو البختری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم عمرہ کرنے نکلے' جب ہم بطن نخلہ مقام میں اترے تو ہم نے چاند دیکھا۔ بعض نے کہا یہ تو تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے۔ پس ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہم نے چاند دیکھا تو بعض نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے جبکہ بعض نے کہا کہ دوسری رات کا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے کس رات چاند دیکھا؟ ہم نے بتایا کہ فلاں رات دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اسے تمہارے دیکھنے کے لیے بڑا کر دیتے ہیں لہٰذا وہ اُسی رات کا چاند ہے جس رات تم نے اسے دیکھا تھا۔'' (٤)

---

(۱) [مسلم (۱۰۸۷) کتاب الصیام : باب بیان أن لکل بلد رؤیتھم......' أبو داود (۲۳۳۲) ترمذی (٦٨٩)]

(۲) [تمام المنة (ص/۳۹۸)] (۳) [المغنی (٤/ ۳۲۸)]

(٤) [مسلم (۱۰۸۸) کتاب الصیام : باب بیان أنه لا اعتبار بکبر الهلال وصغره' ابن خزیمة (۱۹۱۹)]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دیکھنے کے لیے ماہ رمضان کی پہلی رات کے چاند کو بڑا کر دیتے ہیں لہٰذا اگر پہلی رات کا چاند کچھ زیادہ دیر تک باقی رہے یا کچھ بڑا محسوس ہو تو شک وشبہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

اگر تیس دنوں تک شوال کا چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے رکھ لینے چاہیں

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَ لَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ ، وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ : فَاقْدُرُوْا لَهُ ثَلَاثِيْنَ ﴾ ''جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب (عید) کا چاند دیکھ لو تو افطار کر دو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہو تو اس کے لیے اندازہ لگا لو۔'' صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ''پھر اس کے لیے تیس دن کی گنتی کا اندازہ رکھو۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ﴾ ''جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب اسے (یعنی عید کا چاند) دیکھ لو تو افطار کر دو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن کے روزے رکھ لو۔''(۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم ماہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو الا کہ تم میں سے کوئی پہلے سے روزے رکھتا آ رہا ہو۔ اور تم اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو۔ پھر روزے رکھو حتی کہ (پھر) تم اسے دیکھ لو۔ اگر چاند کے سامنے کوئی بدلی حائل ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو اور پھر افطار کر لو۔''(۳)

ماہِ رمضان کا کوئی دن کم ہو جائے تو اجر میں کمی نہیں ہوتی

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرَا عِيْدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ ﴾ ''دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے۔ مراد رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ہیں۔''(٤)

امام بخاریؒ نے اس بات کی تشریح میں' کہ عید کے دونوں ماہ کم نہیں ہوتے' امام اسحاق بن راہویہؒ کا قول نقل فرمایا ہے کہ ((وإن كان ناقصا فهو تمام)) ''اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) پورے تیس دن کے برابر ہوتے ہیں۔''(٥)

---

(۱) [بخاری (۱۹۰٦) مسلم (۱۰۸۰) ابن ماجة (۱٦٥٤) أحمد (۱٤٥/۲) طیالسی (۸٦٦)]

(۲) [مسلم (۱۰۸۱) کتاب الصیام : باب صوم رمضان لرؤیة الهلال ، احمد (۲٦۳/۲) طیالسی (۲۳۰٦)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۰٤۱) أبو داود (۲۳۲۷) ترمذی (٦۸۸) نسائی (۱۳٦/٤)]

(٤) [بخاری (۱۹۱۲) مسلم (۱۰۸۹) ابو داود (۲۳۲۳) ترمذی (٦۹۲) ابن ماجه (۱٦٥۹)]

(٥) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۱۲) کتاب الصیام]

اگرچہ اس حدیث کے اور بھی معانی ومطالب بیان کیے گئے ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح مطلب وہی ہے جسے امام اسحاق بن راہویہؒ نے بیان کیا ہے۔

امام نوویؒ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا سب سے زیادہ صحیح معنی یہ ہے کہ ان دونوں (مہینوں) کا اجر کم نہیں ہوتا' ان پر ثواب (مکمل) ملتا ہے اگرچہ ان کا عدد کم ہی ہو جائے۔(۱)

اگر رمضان 28 دن کا ہو جائے

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) مشہور ومعروف اور صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ مہینہ 29 دنوں سے کم کا نہیں ہوتا اور اگر 28 روزوں کے بعد شرعی دلائل کے ساتھ یہ ثابت ہو جائے کہ ماہ شوال شروع ہو گیا ہے تو پھر یہ بات متعین ہو جائے گی کہ انہوں نے رمضان کا پہلا روزہ چھوڑ دیا ہے لہٰذا ان پر اس روزے کی قضاء لازم ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ مہینہ 28 دنوں کا ہو اور صرف مہینہ 29 دنوں کا یا 30 دنوں کا ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴۲۳/۴)] (۲) [فتاوی إسلامیة (۱۱۴/۲)]

باب فرضية الصيام روزوں کی فرضیت کا بیان

رمضان کے روزے واجب ہیں

جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٨٤] ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے' تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

(2) ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرة : ١٨٥] ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں' تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔''

(3) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! بتایئے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں' یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو۔ پھر اس نے کہا بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ شَهْرَ رَمَضَانَ اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا ﴾ ''ماہِ رمضان کے' یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفلی روزے اور بھی رکھ لو۔'' پھر اس نے پوچھا اور بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر زکوٰۃ کس طرح فرض کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلامی شریعت کی باتیں بتا دیں۔ جب اس دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی! نہ میں اس میں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کیا ہے' کچھ زیادتی کروں گا اور نہ ہی کمی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ اِنْ صَدَقَ﴾ اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اگر اس نے سچ کہا ہے تو جنت میں داخل ہو گا۔''(١)

اس حدیث سے واضح طور پر ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور یہی ثابت کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو ''باب وجوب صوم رمضان'' کے تحت نقل فرمایا ہے۔

---

(١) [بخاری (١٨٩١) کتاب الصیام : باب وجوب صوم رمضان' (٤٦) مسلم (١١) ابو داود (٣٩١)]

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا ﴾ ''جب تم اسے (یعنی ہلال رمضان کو) دیکھ لو تو روزے رکھو۔'' (۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ ﴾ ''اسے (یعنی ہلال رمضان) کو دیکھ کر روزے رکھو۔'' (۲)

(6) ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہے۔(۳)

(قرطبیؒ، شوکانیؒ، ابن قدامہؒ) ان حضرات نے رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع نقل کیا ہے۔(٤)

روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ وَ إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَ الْحَجِّ وَ صَوْمِ رَمَضَانَ ﴾ ''اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے: یہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔'' (٥)

روزے پہلی اُمتوں پر بھی فرض تھے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ [البقرة : ١٨٤] ''تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔''

(قرطبی رحمہ اللہ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پہلے لوگوں سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہودی ہیں۔ (اُن پر) تین دن اور یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ فرض تھا۔ پھر اس اُمت میں یہ روزے ماہِ رمضان کے روزوں کے ساتھ منسوخ کر دیے گئے۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۱۹۰۰) كتاب الصوم ، مسلم (۱۰۸۰) ابن ماجة (١٦٥٤) أحمد (١٤٥/٢)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۹) كتاب الصوم : باب قول النبي إذا رأيتم الهلال فصوموا......' مسلم (۱۰۸۱) نسائی (١٣٣/٤) أحمد (٤١٥/٢) دارمی (٣/٢) ابن الجارود (٣٧٦) دارقطنی (١٦٢/٣) بیهقی (٢٠٥/٤)]

(۳) [المغنی (٣٢٤/٤) الفقه الإسلامی وأدلته (١٦٢٩/٣) المجموع (٢٧٣/٦) بداية المجتهد (٢٧٤/١)]

(٤) [تفسير قرطبی (٢٦٨/٢) السيل الجرار (٣٠/٢) المغنی لابن قدامة (٣٢٤/٤)]

(٥) [بخاری (٨) كتاب الإيمان : باب دعائكم إيمانكم ' مسلم (١٦) كتاب الإيمان : باب بيان أركان الإسلام ودعائمه العظام ' ترمذی (٢٦١٢) نسائی (١٠٧/٨) حمیدی (٧٠٣) ابن خزيمة (٣٠٨)]

(٦) [تفسير قرطبی (٢٧١/٢)]

(ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جیسے اس نے اِن پر روزے واجب کیے ہیں اُسی طرح اِن سے پہلے لوگوں پر بھی کیے تھے۔ پس ان کے لیے اس میں بہترین اسوہ ہے اور انہیں چاہیے کہ اس فرض کی ادائیگی میں اپنے سے پہلے لوگوں سے بھی زیادہ مکمل طریقے سے کوشش کریں۔(۱)

(حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) اللہ کی قسم! اس نے ہر گذشتہ اُمت پر روزے فرض کیے تھے جیسے اس نے ہم پر مکمل ایک ماہ روزے فرض کیے ہیں۔(۲)

اہل جاہلیت کے لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے

صحیح بخاری کی چند احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام اور ابتدائے اسلام میں اہل جاہلیت، قریش اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود یوم عاشوراء کا روزہ (فرض سمجھ کر) رکھا کرتے تھے لیکن جب ماہِ رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو یوم عاشوراء کے روزے کی رخصت مل گئی یعنی اگر کوئی چاہتا تو یہ روزہ رکھ لیتا اور اگر کوئی نہ چاہتا تو یہ روزہ نہ رکھتا۔ اس ضمن میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَصُوْمُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ لَمْ يَشَأْ لَمْ يَصُمْهُ﴾ ”اہل جاہلیت یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے وہ یہ روزہ نہ رکھے۔“(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ عَاشُوْرَاءَ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَ مَنْ شَاءَ أَفْطَرَ﴾ ”رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔“(٤)

(3) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن کے پاس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور وہ (یعنی عبد اللہ رضی اللہ عنہ) کچھ کھا رہے تھے۔ انہوں نے کہا آج تو یوم عاشوراء ہے (اور آپ کھا رہے ہیں)۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ماہِ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہونے سے پہلے یہ روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب ماہِ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ قریب آؤ اور کچھ کھالو۔(٥)

---

(١) [تفسير ابن كثير (٤٣٦/١)] (٢) [أيضا]

(٣) [بخارى (٤٥٠١) كتاب التفسير : باب : يأيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

(٤) [بخارى (٤٥٠٢) كتاب التفسير : باب : يأيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

(٥) [بخارى (٤٥٠٣) كتاب التفسير : باب : يأيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ... ﴾ ''جاہلیت میں قریش یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے خود بھی یہ روزہ رکھا اور (دوسرے لوگوں کو بھی) اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر جب ماہِ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے اور عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا۔ لہٰذا جو چاہتا یہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔'' (۱)

ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت

ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی نمازِ عشاء ادا کر لیتا اور پھر سو جاتا تو اس پر کھانا' پینا اور عورتوں سے ہم بستری کرنا حرام ہو جاتا۔ جیسا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا ہے کہ (ابتداء میں) لوگوں پر جو فرض کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ ﴿ إِذَا صَلَّى أَحَدُهُمُ الْعَتَمَةَ وَ نَامَ حَرُمَ عَلَيْهِ الطَّعَامُ وَ الشَّرَابُ وَ النِّسَاءُ ﴾ ''جب ان میں سے کوئی ایک نمازِ عشاء ادا کر لیتا تو اس پر کھانا' پینا اور عورتیں حرام ہو جاتیں۔''

مزید فرماتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام ابو العالیہ، امام عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، امام مجاہد، امام سعید بن جبیر، امام مقاتل بن حیان، امام ربیع بن انس اور امام عطا خراسانی رحمہم اللہ سے بھی یہی بات مروی ہے۔ (۲)

صحابہ کرام پر روزے کی یہ کیفیت نہایت پر مشقت اور گراں تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان پر آسانی کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرما دی ﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾ [البقرة : ۱۸۷] ''تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کر لیا کرتے تھے۔ سو اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے۔ پس اب تم ان سے ہم بستری کرو اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں (اولاد سے) لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت خوش ہوئے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ جب روزہ دار ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار

---

(۱) [بخاری (٤٥٠٤) کتاب التفسیر : باب : یأیها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (٤٣٦/١)]

سے پہلے سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا اس وقت تو کچھ نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں' کہیں سے تلاش کر کے لاتی ہوں۔ دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لیے ان کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیوی واپس آئی اور انہیں سوتا ہوا دیکھا تو کہا افسوس! تم محروم ہی رہے۔ پھر دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے۔ جب اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ''تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔'' ﴿فَفَرِحُوْا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا﴾ ''اس پر صحابہ بہت خوش ہوئے۔'' اور یہ آیت نازل ہوئی: ''کھاؤ اور پیو حتی کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ (یعنی صبح صادق) کالے دھاگے (صبح کاذب) سے ممتاز ہو جائے۔''(۱)

ایک اور حدیث میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوْا لَا يَقْرَبُوْنَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَ كَانَ رِجَالٌ يَخُوْنُوْنَ أَنْفُسَهُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ " عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ ...﴾ ''جب رمضان کے روزوں (کا حکم) نازل ہوا تو صحابہ سارا رمضان عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے۔ لیکن کچھ اس خیانت میں مبتلا ہو بھی جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی کہ ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کر لیتے ہو پس اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔''(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ إِذَا صَلُّوْا الْعِشَاءَ حَرُمَ عَلَيْهِمُ النِّسَاءُ وَ الطَّعَامُ إِلَى مِثْلِهَا مِنَ الْقَابِلَةِ ...﴾ ''ماہِ رمضان میں جب مسلمان نماز عشاء ادا کر لیتے تو عورتیں اور کھانا ان پر اس کی مثل اگلے روز تک حرام ہو جاتا۔ پھر (حرمت کے باوجود) کچھ مسلمان عشاء کے بعد ماہ رمضان میں عورتوں سے ہم بستری اور کھانے کے معاملے میں خیانت کر بیٹھے۔ ان میں سے ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی: ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کرتے ہو پس اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے لہٰذا تم اب (رمضان کی راتوں میں) ان سے مباشرت کرو۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۱۹۱۵) کتاب الصیام : باب قول الله : احل لکم لیلة الصیام' ابو داود (۲۳۱٤) ترمذی (۲۹٦۸)]

(۲) [بخاری (٤٥٠۸) کتاب التفسیر : باب أحل لکم لیلة الصیام]

(۳) [طبری (۲۹٤۸) شیخ عبدالرزاق مهدی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی تفسیر ابن کثیر (٤٥٠/۱)]

باب فضيلة الصيام — روزوں کی فضیلت کا بیان

روزہ دار کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ تَعْبُدُ اللّٰهَ لَاتُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا' فرض نماز قائم کر' فرض زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔'' اس نے کہا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ آدمی واپس مڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا ﴾ ''جو اہل جنت کا کوئی آدمی دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔'' (۱)

روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنایا گیا ہے

(1) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ ؟ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ ﴾ ''جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن اس دروازے سے جنت میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اور کوئی اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے' ان کے سوا اور کوئی اندر نہیں جانے پائے گا۔ اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا' پھر اس سے کوئی اندر نہیں جا سکے گا۔'' (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے۔ پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ ﴿ مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ ﴾ ''جو روزہ دار ہوگا اسے ''باب الریان'' سے بلایا جائے گا۔'' اور جو زکوۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۷) كتاب الزكاة : باب وجوب الزكاة' مسلم (۱٤) كتاب الإيمان]

(۲) [بخاری (۱۸۹٦) كتاب الصيام : باب الريان للصائمين' مسلم (۱۱۵۲) ترمذی (۷٦۵)]

نے دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازے) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں۔ آپ یہ بتلائیں کہ کوئی ایسا بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان میں سے ہوں گے۔"(۱)

روزہ دار شہدا کے ساتھ ہوں گے

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ اِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ صَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَ أَدَّيْتُ الزَّكَاةَ وَ صُمْتُ رَمَضَانَ وَ قُمْتُهُ فَمِمَّنْ أَنَا ؟ قَالَ : مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ ﴾ "ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ شہادت دوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں' میں پانچ نمازیں پڑھوں' زکوٰۃ ادا کروں' ماہ رمضان کے روزے رکھوں اور اس میں قیام بھی کروں' تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں سے۔"(۲)

روزہ دار کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ﴾ "جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"(۳)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ﴿ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَ الصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ ﴾ "انسان کے لیے اس کے اہل و عیال' اس کا مال اور اس کا پڑوسی آزمائش ہیں جس کا کفارہ نماز' روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔"(٤)

مذکورہ حدیث میں نماز کے ساتھ روزے کو بھی گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے ﴿ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَ

---

(۱) [بخاری (۱۸۹۷) کتاب الصیام : باب الریان للصائمین]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۰۰۳) کتاب الصوم : باب الترغیب فی صیام رمضان احتسابا' بزار (۲۵)]

(۳) [بخاری (۱۹۰۱) مسلم (۷۵۹) ابو داود (۱۳۷۱) ترمذی (۸۰۸) ابن ماجة (۱۳۲٦)]

(٤) [بخاری (۱۸۹۵) کتاب الصیام : باب الصوم کفارة]

الْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَ رَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ ﴾
''پانچوں نمازیں' ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔''(۱)

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ ﴾ ''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''(۲)

(2) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ ﴾ ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں' جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ ﴾ ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''(۳)

رمضان میں شیطان جکڑے جانے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں؟

شیطانوں کے جکڑے جانے کے معنی کے متعلق علماء کے کئی ایک اقوال ہیں:

(ابن حجر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ حلیمی نے کہا کہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ ''جس طرح وہ عام دنوں میں مسلمانوں کو گمراہ کر سکتے ہیں رمضان میں نہیں کر سکتے کیونکہ لوگ روزے میں مشغول ہوتے ہیں جو شہوات کو ختم کر دیتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر واذکار میں مشغول رہنے کی وجہ سے گمراہ ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

حلیمی کے علاوہ دوسروں کا کہنا ہے کہ اس سے بعض شیطان مراد ہیں جو زیادہ سرکش قسم کے ہوتے ہیں صرف انہیں ہی جکڑا جاتا ہے۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اسے ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا جائے یعنی اس سے مراد رمضان المبارک کے شروع ہونے کی علامت' اس کی حرمت کی تعظیم اور شیطانوں کا مسلمانوں کو اذیت دینے سے باز آ جانا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں اجر وثواب کی کثرت کی طرف اشارہ ہو اور شیطانوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کمی کے باعث انہیں جکڑے ہوئے کہا گیا ہو۔

اس دوسرے احتمال کی تائید صحیح مسلم کی اُس روایت سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ ''رحمت کے

---

(۱) [مسلم (۲۳۳) كتاب الطهارة : باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ' ترمذی (۲۱٤) ابن ماجة (۱۰۸٦)]

(۲) [بخاری (۱۸۹۸) كتاب الصوم : باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان ؟ ومن رأى كله واسعا]

(۳) [بخاری (۱۸۹۹) مسلم (۱۰۷۹) دارمی (۱۷۷۵) ابن حبان (۳٤۳٤) ابن خزيمة (۱۸۸۲)]

دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''

یہ بھی احتمال ہے کہ شیطانوں کو اس لیے جکڑے ہوئے کہا گیا ہو کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے لیے شہوات کو مزین کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں۔ زین بن منیر کہتے ہیں کہ پہلا معنی زیادہ اولیٰ ہے اور الفاظ کو ظاہری معنی میں نہ لینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔(۱)

(قرطبی رحمہ اللہ) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں تو پھر ہم رمضان المبارک میں بہت ساری معاصی کا ارتکاب ہوتا ہوا کیوں دیکھتے ہیں؟ اگر واقعی شیطان جکڑے ہوئے ہوں تو پھر یہ سب کچھ نہ ہو؟

اس کا جواب یہ کہ گناہ اُن روزہ داروں سے کم ہوتے ہیں جو روزہ کی شرائط پر عمل کریں اور اس کے آداب کا لحاظ رکھیں۔ یا پھر جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ کچھ شیطان جو زیادہ سرکش ہوں انہیں جکڑا جاتا ہے سب شیطانوں کو نہیں جکڑا جاتا۔ یا پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس مہینے میں گناہ بہت ہی کم ہو جاتے ہیں اور حقیقت بھی ایسے ہی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بنسبت گناہ کچھ کم ہوتے ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ شیطانوں کے جکڑے جانے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ برائی کا وقوع ہی نہ ہو۔ بلکہ گناہوں کے شیطانوں کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں' مثلاً خبیث قسم کے نفس' غلط و گندی عادتیں اور انسانوں میں سے شیطان صفت لوگ۔(۲)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس طرح کی احادیث اُمورِ غیبیہ میں شامل ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ انہیں تسلیم کرنا چاہیے اور ان کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور ہمیں اس میں کچھ بھی کلام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسی میں انسان کے دین اور اس کی عاقبت کی بہتری ہے۔ اسی لیے جب عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے والد احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ ماہ رمضان میں بھی انسان کو جن چمٹ جاتے ہیں اور وہ ان کے چنگل میں پھنس جاتا ہے تو امام احمد بن حنبلؒ نے جواب میں کہا کہ حدیث یہی کہتی ہے اور اسی طرح حدیث میں وارد ہے' ہم اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتے۔ پھر ظاہر یہی ہے کہ انہیں لوگوں کو گمراہ کرنے سے جکڑا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رمضان میں خیر و بھلائی کی کثرت ہوتی ہے اور اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں۔(۳)

لہٰذا ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ شیطانوں کا جکڑا جانا حقیقی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شر و برائی کا وقوع ہی نہ ہو یا پھر لوگ گناہوں کا ارتکاب ہی نہ کریں کیونکہ جن شیاطین کو جکڑا گیا ہے انہوں نے اپنی آزادی کے دور میں لوگوں کے دلوں کو اس قدر زنگ آلود کر دیا ہے اور انہیں گناہوں کی اس قدر عادت ڈال دی ہے کہ جو ان کے جکڑے جانے کے بعد بھی موجود رہتی ہے۔

---

(۱) [فتح الباری (۱۱٤/٤)] (۲) [أیضا] (۳) [مجموع الفتاوی (۲۰)]

روزہ دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے۔ اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی شور مچانا چاہیے۔ اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں ﴿ وَ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔'' روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب حاصل کر کے خوش ہوگا۔''(۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ إِذَا لَقِیَ اللّٰهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ ﴾ ''جب وہ (روزہ دار) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے روزے کا اجر و ثواب عطا کرے گا تو وہ خوش ہوگا۔''(۲)

(قرطبی رحمہ اللہ) صرف اللہ تعالیٰ نے روزے کو ہی اپنے لیے دو وجوہات کی بنا پر خاص کیا ہے حالانکہ تمام عبادات اللہ کے لیے ہی ہیں اور روزہ اُن وجوہات کی وجہ سے باقی تمام عبادات سے مختلف ہے۔

① روزہ نفس کی لذتوں اور شہوات سے روکتا ہے جبکہ دوسری عبادات اس سے نہیں روکتیں۔

② یقیناً روزہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک راز ہوتا ہے جسے وہ صرف اُسی کے لیے ظاہر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنے لیے خاص کیا ہے۔(۳)

(نووی رحمہ اللہ) رقمطراز ہیں کہ علماء فرماتے ہیں: روزہ دار کی وہ خوشی جو اسے اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی اس کا سبب روزے کی وہ جزا ہوگی جسے وہ دیکھ لے گا اور اللہ کی نعمت کی وہ یاد دہانی ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس پر روزے کے عمل کے لیے اپنی توفیق عطا فرما کر کی ہوگی۔ اور افطار کے وقت خوشی کا سبب اس کی عبادت مکمل ہونا' اس کا روزہ فاسد کر دینے والی اشیاء سے سلامت ہونا اور جو وہ اس کے ثواب کی امید رکھتا ہے' وہ ہے۔(٤)

روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ یُضَاعَفُ

---

(۱) [بخاری (۱۹۰٤) كتاب الصيام : باب هل يقول إني صائم إذا شتم]

(۲) [مسلم (۱۱۵۱) كتاب الصيام : باب فضل الصيام]

(۳) [تفسیر قرطبی (۲۷۰/۲)] (٤) [شرح مسلم (٤٨٤/٤)]

الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ ...﴾ ''ابن آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزے کے' بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری رضا مندی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں: ایک خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی جب اس کی اس کے پروردگار سے ملاقات ہوگی۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' (۱)

ماہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَ مَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَ نَادَى مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَ يَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَ لِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ ﴾ ''جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں' اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں ہوتا۔ جبکہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں' اس کا کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اور آواز دینے والا آواز لگاتا ہے' خیر طلب کرنے والو! نیک کام کے لیے آگے بڑھو اور برے کام کی طلب رکھنے والو! برے کاموں سے رک جاؤ۔ اور ہر رات کو اللہ تعالیٰ (کثرت کے ساتھ لوگوں کو) جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔'' (۲)

روزِ قیامت روزہ مومن بندے کی سفارش کرے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ الصِّيَامُ وَ الْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ ! إِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَ الشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ ، فَيُشَفَّعَانِ ﴾ ''روزہ اور قرآن مومن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے میرے پروردگار! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روکے رکھا' اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے روکے رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ پھر دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔'' (۳)

---

(۱) [مسلم (۱۱۵۱) كتاب الصيام : باب حفظ اللسان للصائم ' احمد (۳۴۹۳) ابن ماجة (۱۶۳۸)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۱۳۳۱) كتاب الصيام ، ابن ماجة (۱۶۴۲) ترمذى (۶۸۲) احمد (۳۱۱/۴)]

(۳) [**حسن صحيح** : صحيح الترغيب (۹۸۴) كتاب الصوم : باب الترغيب فى الصوم مطلقا وما جاء فى فضله وفضل دعاء الصائم ' احمد (۱۷۴/۲) حاكم (۵۵۴/۱) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

روزہ خیر کا دروازہ ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ ، أَلا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ ؟ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ : الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَ الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ ﴾ ''بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے ان (معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ کیا میں تمہاری خیر کے دروازوں پر رہنمائی نہ کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ (گناہوں کے سامنے) ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔'' (۱)

ہزار مہینوں سے بہتر رات (شب قدر) ماہ رمضان میں ہی ہے

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ هَـٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حَرَمَهَا فَقَدْ حَرَمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَ لَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا الْمَحْرُوْمُ ﴾ ''بلاشبہ یہ (بابرکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے غنیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔'' (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ ... فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ ﴾ ''تمہارے پاس رمضان کا برکت والا مہینہ آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں۔ اس ماہ میں دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اللہ کے لیے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس کی خیر و برکت سے محروم ہوا وہ ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہوا۔'' (۳)

نزولِ قرآن کا شرف ماہ رمضان کو ہی حاصل ہے

(1) ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرة : ۱۸۵] ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں

---

(۱) [**صحیح لغیرہ** : صحیح الترغیب (۹۸۳) کتاب الصوم ، ترمذی (۲۶۱۶) کتاب الإیمان]

(۲) [**حسن صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱۳۳۳) کتاب الصیام ، ابن ماجة (۱٦٤٤)]

(۳) [**حسن لغیرہ**: صحیح الترغیب (۹۹۹) کتاب الصوم : باب الترغیب فی صیام رمضان احتسابا ' احمد (۲۳۰/۲) نسائی (۱۲۹/٤) بیهقی فی شعب الإیمان (۳٦۰۰) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی تفسیر قرطبی (۲۸۸/۲)]

قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔''

امام قرطبیؒ مذکورہ آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا۔(۱) امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سارے مہینوں میں سے روزوں کے مہینے کی مدح و تعریف فرما رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام میں سے اسے قرآن عظیم نازل کرنے کے لیے پسند فرمایا ہے۔(۲)

(2) ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ﴾ [الدخان : ۳] ''بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) بابرکت رات (یعنی شب قدر) میں نازل کیا۔''

(3) ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر : ۱] ''بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں نازل کیا۔''

ماہ رمضان میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ مکمل قرآن رمضان میں قدر کی رات لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا میں بیت العزت میں نازل کیا گیا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حسب ضرورت و واقعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن لے کر محمد ﷺ پر نازل ہوتے رہے اور یہ سلسلہ تقریباً تیئس (23) سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ رمضان میں تو قرآن نازل ہی نہیں ہوا۔ بلکہ آیت اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے کیونکہ لوح محفوظ سے تو ماہ رمضان میں ہی نازل ہوا تھا۔(۳)

(4) حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحف ابراہیم ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل کیے گئے۔ تورات اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے چھ (6) ایام گزر چکے تھے۔ انجیل تب نازل کی گئی جب رمضان کے تیرہ (13) ایام گزر چکے تھے۔ زبور اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے اٹھارہ (18) ایام گزر چکے تھے ﴿وَ أُنزِلَ الْقُرْآنُ لِأَرْبَعٍ وَ عِشْرِينَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ﴾ ''اور قرآن اس وقت نازل کیا گیا جب رمضان کے چوبیس (24) ایام گزر چکے تھے۔''(٤)

رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے اُم سنان انصاریہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ ﴿مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ ؟ قَالَتْ : أَبُوْ فُلَانٍ ـ تَعْنِيْ

(۱) [تفسیر قرطبی (۲۹۳/۲)] (۲) [تفسیر ابن کثیر (٤٣٩/۱)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : تفسیر قرطبی (۲۹۳/۲) تفسیر ابن کثیر (٤٤٠/۱) تفسیر أحسن البیان (ص/۷۳)]

(٤) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (١٤٩٧) الصحیحة (١٥٧٥)]

زَوْجِهَا ۔ كَانَ لَهُ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا وَ الْآخَرُ يَسْقِي أَرْضًا لَنَا ، قَالَ : فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِي ﴾ ''تو حج کرنے نہیں گئی؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں کے باپ یعنی میرے خاوند کے پاس دو اونٹ پانی پلانے کے تھے۔ ایک پر تو وہ خود حج پر چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔''

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً ﴾ ''جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ (کا اجر وثواب) حج کے برابر ہوتا ہے۔'' (١)

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ رمضان میں عمرے کا حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ ثواب میں حج کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ عمرہ ہر چیز میں حج کے برابر ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ اگر انسان پر حج فرض ہو اور رمضان میں عمرہ کر لے تو یہ عمرہ اسے حج سے کفایت نہیں کرے گا۔ (٢)

واضح رہے کہ یہ حدیث مکمل ماہ رمضان کو شامل ہے صرف آخری عشرے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے

(1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ ۔ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ ۔ وَ إِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کے ہر دن اور رات میں (لوگوں کو جہنم سے) آزاد کرتے ہیں۔ اور (ماہ رمضان کے) ہر دن و رات میں ہر مسلمان کے لیے ایک ایسی دعا ہے جسے قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔'' (٣)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ : الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَ الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ دُونَ الْغَمَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ... ﴾ ''تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی: عادل حکمران، روزہ دار حتی کہ وہ افطار کر لے اور مظلوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ روز قیامت بغیر بادلوں کے اٹھائیں گے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری عزت کی قسم! میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد ہی کروں۔'' (٤)

---

(١) [بخاری (١٨٦٣) كتاب الحج : باب حج النساء ' مسلم (١٢٥٦) نسائی (٢١٠٩) ابن ماجة (٢٩٩٣)]

(٢) [شرح مسلم (١٤٦/٥)]

(٣) [**صحيح لغيره** : صحيح الترغيب (١٠٠٢) كتاب الصوم ، بزار فی كشف الأستار (٩٦٢)]

(٤) [**حسن** : ترمذی (٣٥٩٨) كتاب الدعوات : باب فی العفو والعافية ' ابن ماجة (١٧٥٢) كتاب الصيام : باب فی الصائم لا ترد دعوته ' احمد (٣٠٥/٢) ابن حبان (٣٤٢٨) بيهقی فی شعب الإيمان (٥٨٨) ' (٧٣٥٨) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ [التعليق علی تفسير ابن كثير (٤٤٩/١)]

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ ﴾ ''بلا شبہ روزہ دار کے لیے افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہے جسے رد نہیں کیا جاتا۔''(۱)

افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إِنَّ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ وَ ذَالِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ ﴾ ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہر روز افطاری کے وقت لوگوں کو (جہنم سے) آزاد کرتے ہیں اور ایسا ہر رات بھی ہوتا ہے۔''(۲)

---

(۱) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (۳۸۷) كتاب الصيام : باب في الصائم لا ترد دعوته ' ابن ماجة (۱۷۵۳) بيهقي في شعب الإيمان (۳۹۰٤)] حافظ بوصیریؒ نے زوائد میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔اور امام حاکمؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[مستدرك حاكم (۱/۴۲۲)]

(۲) [**حسن صحيح** : صحيح ابن ماجة (۱۳۳۲) كتاب الصيام : باب ما جاء في فضل شهر رمضان ' صحيح الترغيب (۱۰۰۱) كتاب الصوم : باب الترغيب في صيام رمضان احتسابا ' ابن ماجة (۱٦٤۳) احمد (۵/۲۵٦) بيهقي في شعب الإيمان (۳٦۰۵)]

باب آداب الصیام روزوں کے آداب کا بیان

روزہ رکھنے والے پر فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے

(1) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ ﴾ ''جس نے فجر (یعنی صبح صادق) سے پہلے پختہ نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔''(۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَفْرِضْهُ مِنَ اللَّيْلِ ﴾ ''اس شخص کا کوئی روزہ نہیں جس نے رات سے اسے (یعنی اس کی نیت کو) پختہ نہ کیا۔''(۲)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو نیت کرنا واجب ہے۔(۳)

(2) علاوہ ازیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت بھی اس کی دلیل ہے جس میں ہے کہ ﴿ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ... ﴾ ''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔''(٤)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) ماہ رمضان کے روزے کی نیت رات کو فجر سے پہلے کرنا واجب ہے۔(٥)

اگر رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ فرض روزہ دن میں نیت کرنے سے بھی صحیح ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسے رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو۔جیسا کہ اگر دن کے دوران چاند نظر آنے کا ثبوت مل جائے تو انسان اس باقی دن میں روزہ رکھے گا اور اس پر کوئی قضا لازم نہیں ہوگی خواہ اس نے (اس دن پہلے) کچھ کھایا ہی ہو۔(٦)

(ابن قیم، شوکانی، البانی رحمہم اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(٧)

(سابق مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) جسے طلوع فجر کے بعد ماہ رمضان کے شروع ہونے کا علم ہو اس پر لازم ہے کہ وہ باقی دن میں روزہ توڑنے والی اشیا سے اجتناب کرے کیونکہ وہ روزے کا دن ہے۔اور صحیح مقیم کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس دن میں روزہ توڑنے والی اشیا تناول کرے۔اور اس پر قضا لازم ہے کیونکہ اس نے فجر سے

---

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٢١٤٣) أبو داود (٢٤٥٤) ترمذى (٨٣٠) نسائى (١٩٦/٤) ابن ماجة (١٧٠٠)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (١٣٧٩) إرواء الغليل (٩١٤) ابن ماجة (١٧٠٠)]

(۳) [نيل الأوطار (١٦٣/٣)]

(٤) [بخارى (١) كتاب بدء الوحى ' مسلم (١٩٠٧) ابو داود (٢٢٠١) ترمذى (١٦٤٧) ابن ماجة (٤٢٢٧)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٤٤/١٠)]

(٦) [الاختيارات العلمية (٦٣/٤) مجموع الفتاوى لابن تيمية (١٠٩/٢٥-١١٧-١١٨)]

(٧) [زاد المعاد (٢٣٥/١) تهذيب السنن (٣٢٨/٣) نيل الأوطار (١٦٧/٤) نظم الفرائد (٥١٠/١)]

پہلے رات کے وقت اس روزے کی نیت نہیں کی اور نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے فجر سے پہلے رات کے وقت روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے یہی بات المغنی میں نقل فرمائی ہے اور یہی عام فقہا کا قول ہے۔(۱)

نفلی روزے کی نیت

واضح رہے کہ یہ فرض روزے کی بات ہے جبکہ نفلی روزے کے لیے زوال سے پہلے بھی نیت کی جا سکتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَـاِنِّـيْ اِذَنْ صَـائِمٌ ﴾ ''تب میں روزہ دار ہوں۔'' پھر آپ ﷺ ایک دوسرے دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَرِيْنِيْـهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ ﴾ ''مجھے بھی حلوہ دکھاؤ' بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے' لیکن آپ نے (حلوہ) کھا لیا۔''(۲)

معلوم ہوا کہ فرض روزے کے لیے رات کو نیت کرنا ضروری ہے جب کہ نفلی روزے کی نیت زوال سے پہلے تک کی جا سکتی ہے۔(۳)

ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے

کیونکہ روزہ عبادت ہے اور ہر مرتبہ ابتدائے عبادت سے اس کی دوبارہ نیت کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی عبادت نیت کے بغیر نہیں ہوتی۔

(شوکانی، ابن قدامہ، ابن حزم رحمہ اللہ، سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) یہ سب اسی کے قائل ہیں۔(٤)

نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے

اہل علم کا کہنا ہے کہ نیت کا مقام دل ہے اور نیت محض دل کے ارادے کا ہی نام ہے لہٰذا کسی بھی عمل کے لیے زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۱۱٦/۲)]

(۲) [مسلم (۱۱٥٤) كتاب الصيام ' أبو داود (۲٤٥٥) ترمذی (۷۲۹ ' ۷۳۰) نسائی (۱۹٤/٤)]

(۳) [مزید دیکھئے: المغنی (۳۳۳/٤) الأم (۱۲٦/۲) شرح المهذب (۳۰٤/٦) الإختيار (۱۲۷/۱) المبسوط (٦۲/۳) الهداية (۱۱۸/۱) تحفة الفقهاء (٥۳٤/۱) سبل السلام (۲۱۷/۲) نيل الأوطار (۲۲۰/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (۱٦۳/۳) المغنی لابن قدامه (۳۳۷/٤) المحلی بالآثار (۲۸٥/٤) فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲٤٦/۱۰)]

(ابن قدامہ، ابن تیمیہ، ابن قیم، نووی، ملا علی قاری رحمہ اللہ، سعودی فتویٰ کمیٹی) سب اسی کے قائل ہیں۔(۱)

لہٰذا روزے کی نیت کے لیے زبان سے کوئی الفاظ نہیں ادا کیے جائیں گے جیسا کہ یہ الفاظ بتائے جاتے ہیں "وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ"۔ یہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

سحری کھانے میں برکت ہے

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً﴾ "سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔"(۲)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿السُّحُوْرُ بَرَكَةٌ فَلَا تَدَعُوْهُ وَلَوْ أَنْ يَجْرَعَ أَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِنْ مَاءٍ﴾ "سحریوں میں برکت ہے لہٰذا اسے مت چھوڑو اگرچہ تم میں سے کوئی ایک پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے۔"(۳)

(حافظ ابن حجرؒ) برکت سے مراد اجر و ثواب ہے۔(٤)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿تَسَحَّرُوْا وَلَوْ بِجُرْعَةٍ مِنْ مَاءٍ﴾ "سحری کھایا کرو خواہ پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ ہی۔"(٥)

سحری کھانے میں اہل کتاب کی مخالفت ہے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ﴾ "ہمارے روزے کے درمیان اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا ہی فرق ہے۔"(٦)

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے اور ان (اہل کتاب) کے روزے کے درمیان فرق و امتیاز سحری ہے۔ کیونکہ بلاشبہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہمارے لیے سحری کھانا مستحب ہے۔(۷)

---

(۱) [المغنی لابن قدامه (۳۳۷/٤) مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۲٦۲/۱۸) زاد المعاد لابن القیم (٦۹/۱) شرح المهذب للنووی (۳٥۲/۱) مرقاة المفاتیح للقاری (٤۱/۱) فتاوی اللجنة الدائمة (۲٤٦/۱۰)]

(۲) [بخاری (۱۹۲۳) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۹٥) ابن ماجة (۱٦۹۲) ترمذی (۱۰٦/۲)]

(۳) [احمد (۱۲/۳-٤٤)]

(٤) [فتح الباری (٦۳۹/٤)]

(٥) [حسن صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۷۱) کتاب الصوم، ابن حبان فی صحیحه (۳٤٦۷)]

(٦) [مسلم (۱۰۹٦) کتاب الصیام، ابوداود (۲۳٤۳) ترمذی (۷۰٤) نسائی (۱٤٦/٤) احمد (۲۰۲/٤)]

(۷) [شرح مسلم (٤۳۰/٤)]

سحری کی فضیلت

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔''(۱)

(2) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں مجھے سحری کی طرف بلایا اور فرمایا ﴿هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ﴾ ''آؤ مبارک کھانے کی طرف۔''(۲)

(3) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْبَرَكَةُ فِي ثَلَاثَةٍ : فِي الْجَمَاعَةِ ، وَالثَّرِيدِ وَ السُّحُورِ﴾ ''برکت تین اشیاء میں ہے: جماعت میں ثرید کے کھانے میں اور سحریوں میں۔''(۳)

(4) نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ سحری کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا ﴿إِنَّهَا بَرَكَةٌ أَعْطَاكُمُ اللّٰهُ إِيَّاهَا فَلَا تَدَعُوهُ﴾ ''یقیناً یہ برکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص تم لوگوں کو عطا فرمائی ہے اس لیے اسے مت چھوڑا کرو۔''(٤)

سحری کا وقت

صبح سحری کے لیے بیدار ہو جانے کے بعد صبح صادق کے خوب نمایاں ہو جانے تک سحری کا وقت ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ [البقرة : ١٨٧] ''تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ (صبح صادق) سیاہ دھاگے (رات کی سیاہ دھاری) سے ظاہر ہو جائے۔''

(2) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ ''حتی کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔'' تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دونوں کو تکیے کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا لیکن مجھ پر ان کے رنگ واضح نہ ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ

---

(۱) [**حسن صحيح** : صحيح الترغيب (١٠٦٦) كتاب الصوم ، ابن حبان في صحيحه (٣٤٦٧)]

(۲) [**صحيح لغيره**: صحيح الترغيب (١٠٦٧) كتاب الصوم ، ابو داود (٢٣٤٤) ابن خزيمة (١٩٣٨)]

(۳) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (١٠٦٥) كتاب الصوم ، طبراني كبير]

(٤) [**صحيح** : صحيح الترغيب (١٠٦٩) كتاب الصوم ، نسائي في السنن الكبرى (٢٤٧٢)]

سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّمَا ذَالِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ ﴾ ''اس سے تورات کی تاریکی (صبح کاذب) اور دن کی سفیدی (صبح صادق) مراد ہے۔'' (١)

(3) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ ''کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔'' لیکن من الفجر کے لفظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یوں کیا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگہ لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے کھانا پینا بند نہیں کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ نازل فرمائے۔ پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔ (٢)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ﴾ ''بلاشبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کے وقت اذان دیتے ہیں لہٰذا تم حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہو۔'' (٣)

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک ابن اُم مکتوم اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔ قاسمؒ نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور اُم مکتوم رضی اللہ عنہما) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔ (٤)

(ابن حزمؒ) رمضان ہو یا غیر رمضان روزہ صرف فجر ثانی کے واضح طور پر طلوع ہونے کے ساتھ ہی لازم ہوتا ہے۔ اور جب تک یہ واضح نہ ہو کھانا' پینا اور جماع و ہم بستری کرنا سب جائز ہوتا ہے۔ (٥)

---

(١) [بخاری (١٩١٦) کتاب الصوم، مسلم (١٠٩٠) ابو داود (٢٣٤٩) ترمذی (٢٩٧٠) دارمی (١٦٩٤)]

(٢) [بخاری (١٩١٧) کتاب الصوم، مسلم (١٠٩١) تحفة الأشراف (٤٧٤١)' (٤٧٥٠)]

(٣) [بخاری (٦٢٢) کتاب الأذان : باب الأذان قبل الفجر' مسلم (١٠٩٢) ترمذی (٢٠٣) ابن حبان (٣٤٦٩) دارمی (١١٩٠) طیالسی (١٨١٩) ابن خزیمة (٤٠١) طبرانی کبیر (١٣٣٧٩)]

(٤) [بخاری (١٩١٨' ١٩١٩) کتاب الصوم، مسلم (١٠٩٢) ابو داود (٢٣٤٧) ابن الجارود (١٥٤) ابن أبی شیبة (٩/٣) طبرانی کبیر (١٠٥٥٨/١) أبو عوانة (٣٧٣/١) بیهقی (٣٨١/١)]

(٥) [المحلی لابن حزم (٣٤٢/٦)' (مسألة : ٧٥٦)]

امام ابن حزم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ ﴿ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَقُوْلُ : إِذَا شَكَّ الرَّجُلَانِ فِي الْفَجْرِ فَلْيَأْكُلَا حَتّٰى يَسْتَيْقِنَا ﴾ ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب دو آدمیوں کو فجر کے متعلق شک ہو جائے کہ (آیا طلوع ہوئی ہے یا نہیں) تو انہیں چاہیے کہ وہ دونوں کھاتے رہیں حتی کہ انہیں (فجر ثانی طلوع ہونے کا) یقین ہو جائے۔''(۱)

سحری کھانے میں تاخیر کرنا مستحب ہے

(1) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے دریافت کیا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ ﴿ قَدْرُ خَمْسِيْنَ آيَةً ﴾ ''پچاس آیتیں (پڑھنے) کے برابر فاصلہ ہوتا تھا۔''(۲)

(2) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِيْ بَيْتِيْ ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَتِيْ أَنْ أُدْرِكَ السُّجُوْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴾ ''میں سحری اپنے گھر کھاتا' پھر جلدی کرتا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مل جائے۔''(۳)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام تاخیر سے سحری کھایا کرتے تھے۔

(3) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ تَسَحَّرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هُوَ النَّهَارُ إِلَّا أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَطْلُعْ ﴾ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی' تو وہ دن ہی تھا سوائے اس کے کہ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔''(٤)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا بِتَعْجِيْلِ فِطْرِنَا وَتَاخِيْرِ سُحُوْرِنَا ﴾ ''بلاشبہ ہم انبیاء کا گروہ ہیں' ہمیں جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔''(٥)

---

(۱) [المحلى لابن حزم (۳٤٧/٦)]

(۲) [بخاری (۱۹۲۱) کتاب الصوم ، مسلم (۱۰۹۷) ترمذی (۷۰۳ ' ۷۰٤) ابن ماجة (۱٦۹٤)]

(۳) [بخاری (۱۹۲۰) کتاب الصوم : باب تعجیل السحور]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱۳۷٥) ابن ماجة (۱٦۹٥) نسائی (۲۱٥۱)]

(٥) [**صحیح** : الصحيحة (۳۷٦/٤) التعليقات الرضية على الروضة الندية للألبانی (۲۰/۲) رواه ابن حبان]

(5) حضرت عمرو بن میمون اودی سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَسْرَعَ النَّاسِ إِفْطَارًا وَ أَبْطَأُهُمْ سُحُوْرًا ﴾ ''محمد ﷺ کے صحابہ لوگوں میں سب سے جلد افطار کرتے اور سب سے تاخیر سے سحری کھاتے۔''(۱)

(ابن عبدالبر رحمہ اللہ) جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کی احادیث صحیح اور متواتر ہیں۔(۲)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) تاخیر سے سحری کھانا اور جلد افطاری کرنا مستحب ہے۔(۳)

کھجور کے ساتھ سحری کھانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ نِعْمَ سُحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ ﴾ ''مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔''(٤)

اگر سحری کھاتے ہوئے اذان ہو جائے

تو فوراً کھانا چھوڑ دینا ضروری نہیں بلکہ حسب ضرورت جلد از جلد کھا لینا جائز و مباح ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَ الْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ فَلَا يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ ﴾ ''جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور (کھانے یا پینے) کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے رکھے مت بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کر لے۔''(٥)

روزے کے آداب

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) روزہ دار کو چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کے کام سرانجام دے اور ہر قسم کے ممنوع کام سے پرہیز کرے۔ اور اس پر واجب ہے کہ وہ فرائض کی پابندی کرے اور حرام کاموں سے دور رہے۔ پانچوں نمازیں وقت پر باجماعت ادا کرے اور جھوٹ' غیبت' دھوکہ' سودی معاملات اور ہر حرام قول و فعل چھوڑ دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل اور جہالت کے کاموں کو نہ چھوڑا تو

---

(۱) [**صحیح** : عبد الرزاق (۷۵۹۱)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[فتح الباری (۷۱۳/٤)]

(۲) [كما فى فتح البارى (۱۹۹/٤)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (٤۳۲/٤)]

(٤) [**صحیح** : صحيح الترغيب (۱۰۷۲) كتاب الصوم ، ابو داود (۲۳٤٥) ابن حبان (۸۸۳ ـ الموارد)]

(٥) [**صحیح** : صحيح ابو داود (۲۰٦۰) كتاب الصيام ، الصحيحة (۱۳۹٤) ابو داود (۲۳٥۰)]

اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا' پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' (١)

روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے

(1) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ ﴾ ''لوگ جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے ہمیشہ خیر و عافیت سے رہیں گے۔'' (٢)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِأَنَّ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارَى يُؤَخِّرُوْنَ ﴾ ''لوگ روزہ افطار کرنے میں جب تک جلدی کرتے رہیں گے دین ہمیشہ غالب رہے گا کیونکہ یہود و نصاری تاخیر سے افطار کرتے ہیں۔'' (٣)

(3) ابو عطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا اے اُم المومنین ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے دو ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک جلدی روزہ افطار کرتا ہے اور جلدی نماز ادا کرتا ہے۔ اور دوسرا تاخیر سے افطاری کرتا ہے اور تاخیر سے ہی نماز ادا کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے جو جلدی افطاری کرتا ہے اور جلدی نماز ادا کرتا ہے؟ ابو عطیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کہا: وہ عبد اللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ) ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ابو کریب کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں: اور دوسرے صحابی حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ تھے۔ (٤)

(4) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تَزَالُ أُمَّتِيْ عَلَى سُنَّتِيْ مَا لَمْ تَنْتَظِرْ بِفِطْرِهَا النُّجُوْمَ ﴾ ''میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک کہ اپنی افطاری کے لیے ستاروں کا انتظار نہیں کرے گی۔'' (٥)

(ابن حجر رحمہ اللہ) اس زمانے میں جو منکر بدعات ایجاد کر لی گئی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ..... لوگوں نے افطار میں تاخیر کر دی ہے اور سحریوں میں جلدی کی ہے اور سنت کی مخالفت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں خیر کم اور شر زیادہ ہے۔ (٦)

---

(١) [فتاوى إسلامية (١١٨/٢)]

(٢) [بخاری (١٩٥٧) كتاب الصوم : باب تعجيل الإفطار ' مسلم (١٠٩٨) ترمذی (٦٩٩) ابن ماجة (١٦٩٧) أحمد (٣٣٧/٥) ابن خزيمة (٢٠٥٩) ابن حبان (٣٥٠٢) طبرانی کبیر (٥٩٨١) بيهقى (٢٣٧/٤)]

(٣) [حسن : صحيح أبو داود (٢٠٦٣) كتاب الصوم : باب ما يستحب من تعجيل الفطر ' أبو داود (٢٣٥٣) ابن ماجة (١٦٩٨) أحمد (٤٥٠/٢) ابن أبي شيبه (١١/٣) ابن حبان (٣٥٠٣) حاكم (٤٣١/١) بيهقى (٢٣٧/٤)]

(٤) [مسلم (١٠٩٩) كتاب الصيام ، ابوداود (٢٣٥٤) ترمذی (٧٠٢) نسائی فی السنن الكبرى (٢٤٦٨)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن خزيمة (٢٧٥/٣) ابن حبان (٣٥١٠ـ الإحسان) حاكم (٤٣٤/١) شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(٦) [فتح البارى (١٩٩/٤)]

افطاری کا وقت

جب سورج غروب ہو جائے تو افطاری کر لینی چاہیے اس کے لیے اذان کا انتظار نہیں کرتے رہنا چاہیے کیونکہ افطاری کے لیے صرف غروب آفتاب شرط ہے اذان نہیں۔

(1) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَ أَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ ﴾ ''جب رات اس طرف (یعنی مشرق) سے آئے اور دن ادھر (یعنی مغرب) میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے کے افطار کا وقت ہو گیا۔'' (۱)

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ (جب سورج غروب ہو گیا تو) آدمی کا روزہ پورا ہو گیا' اب اسے روزہ دار نہیں کہا جا سکتا کیونکہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی دن ختم ہو گیا اور رات شروع ہو گئی اور رات روزے کا وقت نہیں۔(۲)

(2) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ دار تھے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اے فلاں! میرے لیے اٹھ کر ستو گھول۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی حکم دیا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ پھر فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ چنانچہ وہ اترے اور انہوں نے ستو گھول دیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ ﴾ ''جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آ گئی تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔'' (۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً روزہ افطار کر لینا چاہیے' اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

---

(۱) [بخاری (۱۹۵٤) کتاب الصوم : باب متی یحل فطر الصائم' مسلم (۱۱۰۰) ابو داود (۲۳۵۱) ترمذی (٦۹۸)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (٤/٤۳۲)]

(۳) [بخاری (۱۹۵۵) کتاب الصوم : باب متی یحل فطر الصائم' مسلم (۱۱۰۱) احمد (۱۹٤۱۲) ابو داود (۲۳۵۲) حمیدی (۷۱٤) عبد الرزاق (۷۵۹٤) ابن حبان (۳۵۱۱) ابن أبی شیبة (۳/۱۱) بیهقی (٤/٦۱۲)]

(بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس وقت روزہ افطار کرلیا جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوگئی۔(۱)

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کسی نے دریافت کیا کہ کیا مجرد غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے؟ تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جب (سورج کی) ٹکیہ مکمل طور پر غائب ہوجائے تو روزہ دار روزہ افطار کرلے اور اُفق میں باقی شدید سرخی کا کوئی اعتبار نہ کرے۔(۲)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) علما کا اتفاق ہے کہ روزہ کھولنے کا وقت وہ ہے جب سورج کا غروب ہونا پختہ طور پر ثابت ہو جائے یا دو عادل گواہ کہہ دیں' دو نہ ہوں تو ایک عادل گواہ بھی کافی ہے۔(۳)

اگر کوئی لاعلمی کے باعث وقت سے پہلے روزہ افطار کرلے تو کیا کرے؟

چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے' جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے' لہٰذا اس میں علما کے بڑے بڑے دو موقف ہیں:

① اگر مطلع ابر آلود ہو اور انسان یہ سمجھ کر کہ افطاری کا وقت ہوگیا ہے' روزہ افطار کرلے لیکن اسے بعد میں علم ہو کہ سورج ابھی مکمل غروب نہیں ہوا تھا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ایک دن قضا کا روزہ رکھے۔ اس موقف کو اپنانے والے علماء کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ ، قِيلَ لِهِشَامٍ : فَأُمِرُوا بِالْقَضَاءِ ؟ قَالَ : لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءٍ ، وَقَالَ مَعْمَرٌ : سَمِعْتُ هِشَامًا : لَا أَدْرِي أَقَضَوْا أَمْ لَا ﴾ ''ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابر تھا۔ ہم نے جب افطار کرلیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ کیا پھر انہیں اس روزے کی قضاء کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضا کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا: مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضا کی تھی کہ نہیں۔''(٤)

(2) خالد بن اسلم کی حدیث میں ہے کہ بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک ابر آلود دن میں افطاری کی اور یہ خیال کیا کہ شام ہوگئی ہے اور سورج غروب ہوگیا ہے۔ پھر ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ بے شک سورج تو طلوع ہوچکا ہے تو انہوں نے کہا: یہ چھوٹا معاملہ ہی ہے اور بے شک ہم نے اجتہاد کرلیا تھا۔''(٥)

---

(١) [بخاری (قبل الحديث / ١٩٥٤) كتاب الصوم : باب متى يحل فطر الصائم]
(٢) [مجموع الفتاوى (٢١٥/٢٥)] (٣) [نيل الأوطار (١٩٤/٣)]
(٤) [بخاری (١٩٥٩) كتاب الصيام : باب إذا أفطر فى رمضان ثم طلعت الشمس]
(٥) [مسند شافعی (٢٧٧/١)]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو دو دوسری سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ان میں سے ایک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا﴿ مَا نُبَالِي وَنَقْضِيْ يَوْمًا مَكَانَهُ ﴾''ہم پرواہ نہیں کرتے اور ہم اس کی جگہ ایک دن کی قضاء دیں گے۔''اور دوسری روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ ﴿ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ ﴾ ''انہوں نے قضاء نہ دی۔'' پھر امام بیہقی ؒ نے قضاء دینے والی روایت کو ترجیح دی ہے۔(۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جب روزہ دار کے لیے یہ واضح ہو جائے کہ اس نے غروب آفتاب سے پہلے افطاری کر لی ہے تو اس پر قضا لازم ہے کیونکہ اس نے صحیح وقت میں روزہ افطار نہیں کیا......اور اہل علم کا اتفاق ہے کہ روزہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے......لہٰذا ایسے شخص پر لازم ہے کہ جن ایام کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس نے ان میں غروب آفتاب سے پہلے افطاری کر لی ہے وہ ان کی قضا دے۔ اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر رمضان کے دن میں روزہ نہیں کھولا بلکہ اس کا روزہ کھول دینا (محض) جہالت وخطا کی وجہ سے تھا۔(۲)

(ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

② ایسے شخص کو چاہیے کہ یہ علم ہو جانے کے بعد غروب آفتاب تک کچھ نہ کھائے۔اس کا روزہ مکمل ہے اور اس پر کوئی قضا نہیں۔

اس مؤقف کو ترجیح دینے والوں نے یہ وجوہات بیان کی ہیں:

(1) پہلی بات یہ ہے کہ ایسے شخص پر قضا کو لازم قرار دینے کے لیے کوئی واضح دلیل چاہیے جو کہ موجود نہیں۔اور صحیح بخاری کی حدیث میں اتنا تو ذکر ہے کہ عہد رسالت میں غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کر لیا گیا لیکن یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والوں کو دوبارہ روزہ رکھنے کا حکم دیا ہو۔اور محض حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل بھی قضا کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ مجرد رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی کسی کام کو واجب قرار دینے کے لیے کافی نہیں چہ جائیکہ کسی صحابی کا عمل ہو جیسا کہ کتب اصول میں یہ بات ثابت ہے۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص دوران روزہ بھول کر کھا پی لے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ ﴾ ''جب کوئی بھول جائے اور کھا پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا اور پلایا

---

(۱) [بیهقی فی السنن الکبری (۲۱۷/٤)] (۲) [فتاوی اللجنة الدائمة (۲۸۸/۱۰-۲۹۱)]

(۳) [کما فی فقه السنة للسید سابق (٤١٠/١)]

ہے۔''(۱)

لہٰذا غروب آفتاب سے قبل جہالت کی بنا پر افطار کرنے والے کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلا پلا دیا ہے۔

(3) علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ جہالت وخطا کی بنا پر کیا ہوا گناہ رائیگاں کر دیا جاتا ہے اور اسے لکھا نہیں جاتا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَ النِّسْيَانَ وَ مَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا' نسیان (بھول کر) اور زبردستی کرائے گئے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔''(۲)

(4) ایک اصولی قاعدے سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے ((الأصل براءة الذمة))''اصل میں انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہے۔''(۳)

مراد یہ ہے کہ جب تک قضا کی کوئی واضح دلیل نہیں مل جاتی انسان ہر ذمہ داری سے بری ہے' اُس پر قضا کو لازم نہیں کیا جا سکتا۔

(5) تاہم اگر کوئی احتیاطی طور پر اس دن کے عوض ایک دن کا روزہ رکھنا چاہے تو ہم اسے ملامت نہیں کریں گے لیکن اگر کوئی کہے کہ ایسے شخص پر ایک روزے کی قضا دینا لازم ہے تو اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

(راجح) دوسرا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) صحیح بخاری میں موجود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ دو چیزوں پر دلالت کرتی ہے:

(1) اگر مطلع ابر آلود ہو تو یہ مستحب نہیں کہ غروب آفتاب کا یقین ہونے تک افطاری کو مؤخر کر لیا جائے۔

(2) قضا واجب نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اگر انہیں یہ حکم دیا ہوتا تو یہ پھیل جاتا جیسا کہ ان کا افطار کر لینا نقل کیا گیا ہے۔ جب ایسا کچھ منقول نہیں ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں قضا کا حکم ہی نہیں دیا۔(٤)

---

(۱) [بخاری (۱۹۳۳) كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا' مسلم (۱۱۵۵) ابو داود (۲۳۹۸) ترمذی (۷۲۲) ابن ماجة (۱٦۷۳) دارمی (۱۷۲۷) دارقطنی (۱۷۸/۲) ابن حبان (۳۵۱۹)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱٦٦۲) كتاب الطلاق ، إرواء الغليل (۸۲) ابن ماجة (۲۰٤۳)]

(۳) [القواعد الفقهية للدكتور يعقوب بن عبد الوهاب الباحسين]

(٤) [مجموع الفتاوى (۲۲۸/۲۵)]

(ابن قیم رحمہ اللہ) جیسے اللہ تعالیٰ نے بھولنے والے روزہ دار کو کھلا پلا دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غروب آفتاب سے قبل افطاری کرنے والے کو دن چھپا کر کھلا پلا دیا۔(۱)

(ابن حزم رحمہ اللہ) جس نے یہ گمان کرتے ہوئے کھا پی لیا یا ہم بستری کر لی کہ رات ہے لیکن فی الحقیقت دن تھا خواہ یہ طلوع آفتاب کے وقت ہوا ہو یا غروب آفتاب کے وقت۔ دونوں صورتوں میں اس نے اپنا روزہ جان بوجھ کر باطل نہیں کیا اور دونوں صورتوں میں اس نے یہ گمان کیا کہ وہ روزے میں نہیں ہے اور بھول کر کھا پی لینے والا بھی یہی گمان کرتا ہے کہ وہ روزے میں نہیں ہے لہٰذا یہ دونوں برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ [الأحزاب : ٥] ''تم سے بھول چوک میں جو گناہ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں' البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا' نسیان اور زبردستی کرائے گئے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔'' اور یہی جمہور سلف کا قول ہے۔(۲)

(البانی رحمہ اللہ) شیخ حسین بن عودہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (البانی رحمہ اللہ) سے دریافت کیا کہ اگر کوئی یہ گمان کرتے ہوئے کھا لے کہ سورج غروب ہو گیا ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہو جائے یا یہ گمان کرتے ہوئے کھا لے کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی تو اس کا کیا حکم ہے۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اپنے گمان میں معذور ہو (یعنی کسی شرعی عذر کی وجہ سے اس نے کھا پی لیا ہو) تو اسے روزہ کھولنے والا شمار ہی نہیں کیا جائے گا۔(۳)

افطاری کے وقت دعا کی قبولیت

جس روایت میں مذکور ہے کہ ﴿ أَنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ ﴾ ''افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔'' وہ تو ضعیف ہونے کی بنا پر نا قابل حجت ہے۔(٤)

تاہم وہ روایت حسن درجہ کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی

---

(۱) [تهذيب السنن (۲۳٦/۳۔۲۳۹) جامع الفقه لابن القيم (۱۱۲/۳)]

(۲) [المحلى (۳۳۱/٦) ' (مسألة : ۷٥۳)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۸۲/۳)]

(٤) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (۳۸۷) كتاب الصيام : باب في الصائم لاترد دعوته ' إرواء الغليل (۹۲۱) ابن ماجة (۱۷٥۳)]

جاتی: عادل حکمران' روزہ دار حتی کہ افطار کر لے اور مظلوم۔(۱)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز افطاری کے وقت لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔"(۲)

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَمَرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے' اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھواروں سے روزہ کھولتے۔ اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔"(۳)

ایک صحیح روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو گھول کر روزہ افطار کیا جیسا کہ ابھی پیچھے بیان کیا گیا ہے۔(٤)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جب انسان روزہ دار ہو اور سورج غروب ہو جائے اور افطاری کے لیے اس کے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہ ہو تو وہ پانی سے ہی روزہ افطار کر لے کیونکہ تر یا خشک کھجوروں سے روزہ افطار کرنا مستحب ہے' واجب نہیں۔(٥)

افطاری کی دعا

(1) روزہ کھولتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات کہتے تھے ﴿ اللّٰهُمَّ إِنِّي لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ ﴾ ''اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے رزق پر افطار کیا۔"(٦)

اس دعا میں یہ الفاظ " ...... وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ ......" کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے " ذَهَبَ

---

(۱) [حسن : ترمذی (۳۵۹۸) کتاب الدعوات : باب فی العفو والعافیة ' ابن ماجة (۱۷۵۲) کتاب الصیام : باب فی الصائم لا ترد دعوته ' احمد (۳۰۵/۲) ابن حبان (۳٤۲۸) بیھقی فی شعب الإیمان (۵۸۸) ' (۷۳۵۸) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔[التعلیق علی تفسیر ابن کثیر (٤٤٩/۱)]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجة (۱۳۳۲) کتاب الصیام ، ابن ماجة (۱٦٤۳)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۰٦۵) کتاب الصیام ، أبو داود (۲۳۵٦) ترمذی (٦٩٦)]

(٤) [بخاری (۱۹۵۵) کتاب الصوم : باب متی یحل فطر الصائم]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۳۵/۱۰)]

(٦) [أبو داود (۲۳۵۸) کتاب الصیام : باب القول عند الإفطار ، ابن ابی شیبة (۱۰۰/۳)] شیخ البانی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث شواہد کی بنا پر قوی ہو جاتی ہے۔[المشکاة (۱۹۹٤) إرواء الغلیل (۹۱۹)]

الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ " کہ پیاس ختم ہوگئی' رگیں تر ہوگئیں اور روزے کا اجر ان شاء اللہ ثابت ہوگیا۔" (۱)

روزہ کھلوانے کا اجر

(1) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا ﴾ "جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا اجر روزہ دار کے لیے ہوگا اور روزہ دار کے اجر سے کوئی چیز کم نہ ہوگی۔" (۲)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ ﴾ "جس کسی نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو سامان دیا تو اس کو اس کے برابر ثواب ملے گا۔" (۳)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) کسی روزہ دار کا روزہ کھلوانا مستحب ہے۔ (٤)

روزہ افطار کرانے والے کو یہ دعا دیں

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے گھر روزہ افطار کرتے تو یہ دعا دیتے " أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ " کہ روزہ دار تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں' نیک لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے (رحمتیں لے کر) اترتے رہیں۔ (٥)

(2) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کیا اور پھر (انہیں) یہ دعا دی " أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ " کہ روزہ دار تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں' نیک لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے دعائیں کرتے رہیں۔" (٦)

---

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (٢٠٦٦) كتاب الصيام : باب القول عند الإفطار' أبو داود (٢٣٥٧)]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذى (٦٤٧) كتاب الصوم ، ترمذى (٨٠٧) ابن ماجة (١٧٤٦)]

(۳) [حسن صحيح : هداية الرواة (٢/٣٢٣) بيهقى فى السنن (٢٤٠/٤) احمد (١١٤/٤)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٤٣٨/٤)]

(٥) [صحيح : احمد (١١٨/٣) بيهقى (٢٣٩/٤) شیخ شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح کہا ہے۔[مسند احمد محقق]

(٦) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٤١٨) ابن ماجة (١٧٤٧) أبو داود (٣٨٥٤) شیخ البانی ؒ نے " أفطر رسول الله " کے الفاظ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

باب ما يباح للصائم — روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان

مبالغے کے بغیر کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

(1) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ هَشَشْتُ فَقَبَّلْتُ وَ أَنَا صَائِمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيْمًا قَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ وَ أَنْتَ صَائِمٌ قُلْتُ لَا بَأْسَ بِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمَهْ ؟ ﴾ ''میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا۔ میں نے کہا' اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کیا ہے' میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا' کلی میں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے؟ (مراد یہ ہے کہ جب کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں تو بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں)۔'' (۱)

(شوکانی رحمہ اللہ) حدیث کے ان الفاظ ﴿ أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ ﴾ میں ایک گہری فقہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کلی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۲)

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ((لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَ التَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ)) ''روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔'' (۳)

امام عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ((اِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِيْ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهُ اِنْ لَمْ يَزْدَرِدْ رِيْقَهُ وَمَاذَا بَقِيَ فِيْ فِيْهِ)) ''اگر اس (یعنی روزہ دار) نے کلی کی اور منہ سے سارا پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنا تھوک اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی ہے اسے نہ نگلے۔'' (٤)

(2) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَ بَالِغْ فِي الاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا ﴾ ''وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو مگر روزے کی حالت میں (ایسا نہ کیا کرو)۔'' (٥)

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۰۸۹) ابو داود (۲۳۸۵) احمد (۲۱/۱) حاكم (۴۳۱/۱)]

(۲) [نيل الأوطار (۱۸۲/۳)]　　(۳) [بخاري (قبل الحديث / ۱۹۳۰)]

(٤) [بخاري (قبل الحديث / ۱۹۳۵) كتاب الصوم : باب قول النبي ﷺ إذا توضأ فليستنشق]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۳۲۸) ابن ماجة (۴۰۷) ابو داود (۲۳۶٦) ترمذي (۷۸۸) احمد (۱۷۸٦۳)]

(سید سابق رحمہ اللہ) دوران روزہ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا جائز ہے لیکن ان میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔(۱)

روزے کی حالت میں مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی چڑھانے سے اس لیے منع کیا گیا ہے تا کہ کہیں پانی گلے میں نہ اتر جائے اور پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے۔ مبالغے کے بغیر ناک میں پانی چڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔

(بخاری رحمہ اللہ) انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی چڑھائے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا۔''(۲)

شرح کبیر میں ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا بلا اختلاف روزہ نہیں توڑتا خواہ انسان وضو میں ایسا کرے یا اس کے علاوہ۔(۳)

(ابن منذر رحمہ اللہ) علما نے اجماع کیا ہے کہ روزہ دار پر ایسی چیز نگلنے میں کچھ نہیں ہے جو تھوک کے ساتھ ہو یا دانتوں کے درمیان ہو یا جسے نکالنے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔(٤)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اگر کوئی (دوران روزہ) وضوء کرتے ہوئے کلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے اور پانی بغیر قصد و اسراف کے حلق تک پہنچ جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔ ائمہ عظام رحمہم اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بات مروی ہے۔(٥)

درست موقف بھی یہی ہے کہ ایسے شخص کا روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة : ۲۸٦] ''اللہ تعالیٰ کسی نفس پر تکلیف نہیں ڈالتا مگر اس کی وسعت و طاقت کے مطابق۔'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے کہ ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [الحج : ۷۸] ''اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی۔''

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جس نے کلی کی یا ناک میں پانی چڑھایا اور بلا اختیار پانی اس کے حلق میں چلا گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(٦)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اگر روزہ دار کلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے اور پانی اس کے پیٹ میں داخل ہو جائے

---

(۱) [فقه السنة (۱/٤٠٦)] (۲) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳٥)]

(۳) [الشرح الكبير (۳/٤٤)] (٤) [فتح الباري (٤/١٦١)]

(٥) [المغني لابن قدامة (۳/٤٤)] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم للشافعي (۲/۱۳۸) الحاوي (۳/٤٥٧) المبسوط (۳/٦٦) بدائع الصنائع (۲/٩١) الكافي لابن عبد البر (ص/۲۱) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۳/۳۰۹)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۲۷٥)]

تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔(۱)

تیل لگانا اور کنگھی کرنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ((قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ : اِذَا کَانَ صَوْمُ أَحَدِکُمْ فَلْیُصْبِحْ دَهِیْنًا مُتَرَجِّلًا)) ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ یوں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہو اور کنگھی کی ہو۔''(۲)

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے روزہ دار کے لیے تیل لگانا جائز قرار دیا ہے۔(۳)

(سعودی فتویٰ کمیٹی) جس نے رمضان کے دن میں دوران روزہ تیل لگایا اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(٤)

(شیخ ابن جبرین رحمۃ اللہ علیہ) بوقت ضرورت اگر روزہ دار تیل لگالے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(٥)

خوشبو لگانا

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) روزہ دار کے لیے خوشبو لگانا جائز ہے۔(٦)

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) دوران روزہ خوشبو کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔(۷)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) اسی کے قائل ہیں۔(۸)

گرمی کی وجہ سے غسل کرنا

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ﴿ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَصُبُّ الْمَاءَ عَلَی رَأْسِهِ مِنَ الْحَرِّ وَهُوَ صَائِمٌ ﴾ ''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی بہا رہے تھے اور آپ روزہ دار تھے۔''(۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ((وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ ثَوْبًا فَأَلْقَاهُ عَلَیْهِ وَهُوَ صَائِمٌ وَدَخَلَ الشَّعْبِیُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ)) ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزہ دار تھے اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ روزہ دار تھے لیکن (غسل کے لیے) حمام میں داخل ہو گئے۔''(۱۰)

---

(۱) [فتاوی إسلامیة (۱۲۵/۲)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰) کتاب الصوم]

(۳) [مجموع الفتاوی (۲٤۱/۲۵)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة (۲۵۳/۱۰)]

(٥) [فتاوی إسلامیة (۱۲۷/۲)]

(٦) [تفصیل کے لیے دیکھیے: مجموع الفتاوی (۲٤۱/۲۵)]

(۷) [فتاوی إسلامیة (۱۲۸/۲)]

(۸) [فتاوی إسلامیة (۱۲۸/۲)]

(۹) [**صحیح**: صحیح أبو داود (۲۰۷۲) أبو داود (۲۳٦٥) أحمد (٤۷٥/۳)]

(۱۰) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰) کتاب الصیام : باب اغتسال الصائم]

(شوکانی رحمہ اللہ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ روزہ دار کے لیے اپنے کچھ یا سارے بدن پر پانی بہا کر گرمی کو ختم کرنا جائز ہے۔

علما کی اکثریت اسی کی قائل ہے اور انہوں نے واجب' مسنون اور مباح غسلوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) روزہ دار کے غسل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔(۱)

(سعودی فتویٰ کمیٹی) روزہ دار کے لیے رمضان کے دن میں پانی اور صابن کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے۔(۲)

حالت جنابت میں روزہ رکھنا اور بعد میں غسل کرنا

حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھ لینا اور بعد میں غسل کر لینا جائز ہے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَ يَصُوْمُ ﴾ ''رسول اللہ کو (بعض اوقات) اس حالت میں فجر ہو جاتی کہ آپ ہم بستری کرنے کی وجہ سے جنبی ہوتے (ایسے ہی آپ ﷺ سحری کھا لیتے) پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔''(۳)

(2) حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ عبدالرحمٰن مجھے ساتھ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ﴿ أَشْهَدُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرَ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُهُ ﴾ ''نبی کریم ﷺ جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے' احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے۔ پھر آپ روزہ رکھتے (یعنی فجر کی نماز سے پہلے سحری کا وقت نکل جانے کے بعد غسل کرتے)۔''(٤)

(جمہور، نووی رحمہ اللہ) بلاشبہ جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی قضا نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ وہ جماع و ہم بستری کی وجہ سے جنبی ہوا ہو یا کسی اور وجہ سے۔(٥)

واضح رہے کہ جس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ مَنْ أَدْرَكَهُ الْفَجْرُ جُنُبًا

---

(۱) [المغنی (۴٥/۳)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۷۱/۱۰)]

(۳) [بخاری (۱۹۲٦) كتاب الصوم : باب الصائم يصبح جنبا' مسلم (۱۱۰۹) ابو داود (۲۳۸۸) ترمذی (۷۷۹) احمد (۳٦/٦) دارمی (۳٤٥/۱) حمیدی (۱۰۱/۱) شرح معانی الآثار (۱۰۳/۲)]

(٤) [بخاری (۱۹۳۱) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم' مسلم (۱۱۰۹) طبرانی کبیر (٥۸۸/۲۳)]

(٥) [نيل الأوطار (۱۸٦/۳)]

فَلَا يَصُمْ ﴾ ''جسے حالت جنابت میں فجر ہو جائے وہ روزہ نہ رکھے۔'' (۱)

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق سب سے اچھی بات جو میں نے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں رات کو سو جانے کے بعد روزہ دار پر کھانے اور پینے کی طرح جماع بھی حرام تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے جماع کو طلوع فجر تک جائز قرار دے دیا تو جنبی کے لیے غسل کے بغیر صبح کرنا جائز ہو گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہی فتوی دیا کرتے تھے جو انہوں نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے پہلے معاملے کے مطابق سن رکھا تھا اور انہیں نسخ کا علم نہیں تھا۔ پھر جب انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔ (۲)

(ابن حجر رحمہ اللہ) انہوں نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

(شوکانی رحمہ اللہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے فتوے سے رجوع کر لینا بھی نسخ کے دعوے کی تائید کرتا ہے۔ (٤)

یاد رہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے فتوے سے رجوع کر لینا حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ (٥)

سینگی یا پچھنے لگوانا

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے۔'' (٦)

(2) ثابت بنانی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں پچھنا لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں' البتہ کمزوری کے خیال سے (یعنی اگر کمزوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر ناپسندیدہ ہے)۔ شبابہ نے ان الفاظ کی زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کرتے تھے۔ (۷)

---

(۱) [مسلم (۱۱۰۹) كتاب الصيام : باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب ' بخاری (۱۹۲٦)]

(۲) [تلخيص الحبير (۲/٤٤٤) شرح مسلم للنووی (٤/٤٤٣)]

(۳) [أيضا] (٤) [نيل الأوطار (۳/۱۸٦)]

(٥) [مسلم (بعد الحديث / ۱۱۰۹) كتاب الصيام : باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب ' نسائی فی السنن الكبرى (۲/۱۷۹ـ۱۸۰) ' (۲۹۳٥ ' ۲۹۳٦) مصنف ابن أبي شيبة (۹٥۷٥)]

(٦) [بخاری (۱۹۳۸ ' ۱۹۳۹) كتاب الصوم : باب الحجامة والقئ للصائم ' أبو داود (۲۳۷۲) ترمذی (۷۷٥)]

(۷) [بخاری (۱۹٤۰) كتاب الصوم : باب الحجامة والقيئ للصائم ' ابو داود (۲۳۷٥)]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَ الْمَحْجُومُ ﴾ ''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔'' (١)

اسی طرح حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ایک آدمی کے پاس آئے وہ (روزے کی حالت میں) پچھنے لگوا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَ الْمَحْجُومُ ﴾ ''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔'' (٢)

ان میں قوی تر احتمال یہی ہے کہ یہ اور اس طرح کی تمام روایات منسوخ ہو چکی ہیں۔

(جمہور، مالک، شافعی، ابو حنیفہ رحمہم اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(٣)

اس مؤقف کی مزید تائید حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ﴿ أَنَّهُ ﷺ رَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی اجازت دی۔'' (٤)

ایک روایت میں ہے کہ ابو متوکل ناجی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روزہ دار کے پچھنے لگوانے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔'' (٥)

(ابن حزم رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بغیر کسی شک کے صحیح ہے کہ'' پچھنے لگانے اور لگوانے والے نے روزہ توڑ دیا۔'' لیکن ہمیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ملی ہے کہ'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی رخصت دی ہے۔'' اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ رخصت عزیمت کے بعد ہی ہوتی ہے۔ پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پچھنے سے روزے کا ٹوٹنا منسوخ ہو چکا ہے خواہ وہ پچھنے لگانے والا ہو یا لگوانے والا۔(٦)

(البانی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے والی حدیث منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی ناسخ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی (گذشتہ) حدیث ہے۔(٧)

---

(١) [ترمذی (٧٧٣) كتاب الصوم : باب ماجاء فی كراهية الحجامة للصائم ' ابن خزيمة (١٩٦٤) حاكم (٤٢٨/١) بيهقی (٢٦٥/٤) ابن خزيمة (١٩٦٤) ' (٢٢٧/٣) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(٢) [ابو داود (٢٣٦٧) كتاب الصوم : باب فی الصائم يحتجم ' ابن ماجة (١٦٨٠) احمد (٢٧٧/٥-٢٨٠) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(٣) [نيل الأوطار (١٧١/٣) تحفة الأحوذی (٥٦٣/٣) المحلی بالآثار (٣٣٥/٤)]

(٤) [صحيح : إرواء الغليل (٧٤/٤)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (٧٤/٤)]

(٦) [كما فی فتح الباری (١٥٥/٤)]

(٧) [مختصر بخاری (٤٥٥/١)]

معلوم ہوا کہ دورانِ روزہ پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جمہور علما کی یہی رائے ہے۔ البتہ امام احمدؒ کا کہنا ہے کہ پچھنے لگوانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔(۱) ان کا یہ موقف اہل علم کی نظر میں مرجوح ہے۔

سرمہ لگانا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اكْتَحَلَ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ ﴾ ''نبی ﷺ نے ماہ رمضان میں روزے کی حالت میں سرمہ لگایا۔''(۲)

اگر مذکورہ حدیث صحیح ہے تو واضح طور پر اس سے دوران روزہ سرمہ لگانے کا جواز نکلتا ہے اور اگر اس میں ضعف بھی ہے تب بھی اصل براءت ہی ہے لہٰذا سرمہ لگانا جائز ہے اور کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ ﴾ ''وہ روزے کی حالت میں بھی سرمہ لگالیا کرتے تھے۔''(۳)

(3) امام اعمشؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ روزہ دار کے لیے سرمہ ناپسند کرتا ہو اور امام ابراہیم نخعیؒ یہ رخصت دیا کرتے تھے کہ روزہ دار صبر (یعنی ایلوے کی بوٹی) کا سرمہ ڈال لے۔(٤)

(حسن بصری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی قباحت نہیں۔(٥)

(بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، امام حسن بصریؒ اور امام ابراہیم نخعیؒ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔(٦)

(جمہور، احناف، شافعی، شوکانی رحمہم اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(٧)

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(٨)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اگر کوئی سرمہ کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرے یا اسے سرمہ کے حلق میں پہنچ جانے کا علم ہو

---

(۱) [تحفة الأحوذی (٥٦٣/٣)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٣٦٠) كتاب الصيام : باب ماجاء فى السواك والكحل للصائم ' ابن ماجة (١٦٧٨)] حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (١٣/٢)]

(۳) [حسن موقوف : صحيح ابو داود (٢٠٨٢) كتاب الصيام : باب فى الكحل عند النوم للصائم ' ابو داود (٢٣٧٨)]

(٤) [حسن : صحيح ابو داود (٢٠٨٣) كتاب الصيام : باب فى الكحل عند النوم للصائم ' ابو داود (٢٣٧٩)]

(٥) [عبد الرزاق بإسناد صحيح كما قال الحافظ فى فتح البارى (١٥٤/٤)]

(٦) [بخارى (قبل الحديث / ١٩٣٠) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

(٧) [نيل الأوطار (١٧٧/٣)] (٨) [مجموع الفتاوى (٢٤١/٢٥)]

جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا بصورت دیگر نہیں۔(۱)

(البانی رحمہ اللہ) شیخ حسین بن عودہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (البانیؒ) سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو کہتے ہیں کہ سرمہ اور قطرے روزہ نہیں توڑتے خواہ انسان اس کا ذائقہ حلق میں محسوس کرے یا نہ کرے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات اسی طرح ہے' لیکن جب وہ اس کا ذائقہ محسوس کرے تو اسے پھینک دے اور اسے نگلنا جائز نہیں۔ حاضرین میں سے ایک بھائی نے عرض کیا کہ کیا اگر وہ اسے نگل جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا تو شیخ نے فرمایا: ہاں۔(۲)

(سعودی فتویٰ کمیٹی) رمضان کے دن میں دوران روزہ اگر کسی نے سرمہ ڈالا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(۳)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) علماء کے صحیح قول کے مطابق مطلق طور پر سرمہ عورت اور مرد کا روزہ نہیں توڑتا لیکن روزہ دار کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ اسے رات کو استعمال کرے۔(۴)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(۵)

(سید سابق رحمہ اللہ) دوران روزہ سرمہ لگانا جائز ہے۔(۶)

تاہم کچھ علما نے دورانِ روزہ سرمہ لگانے کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ جس روایت سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے اور اس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لِيَتَّقِهِ الصَّائِمُ﴾ ''روزہ دار سرمے سے بچے۔''(۷)

بیوی کا بوسہ لینا اور مباشرت کرنا اُس کے لیے جو ضبطِ نفس کی طاقت رکھتا ہو

واضح رہے کہ روزے کی حالت میں جس مباشرت کی اجازت ہے اس سے مراد اپنی بیوی کے ساتھ لیٹنا اور اس کے جسم کے ساتھ جسم ملانا ہے۔ جماع ودخول ہرگز جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا﴾ ''روزہ دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے۔''(۸)

---

(۱) [المغني لابن قدامة (۳۵۳/٤)] (۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۹۳/۳)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة (۲۵۳/۱۰)] (٤) [مجموع الفتاوى لابن باز (۳٤۹/۱)]

(۵) [فتاوى إسلامية (۱۲۷/۲)] (٦) [فقه السنة (٤۰٦/۱)]

(۷) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۵۱٤) كتاب الصوم : باب في الكحل عند النوم للصائم ' أبو داود (۲۳۷۷) اس حدیث کے متعلق امام ابوداودؒ نے خود ہی وضاحت فرما دی ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ نے مجھ سے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔]

(۸) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ۱۹۲۷) كتاب الصوم : باب المباشرة للصائم]

ایک اور حدیث میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ يَجْعَلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا ثَوْبًا يَعْنِي الْفَرْجَ ﴾ ''نبی کریم ﷺ مباشرت کرتے تھے اور آپ روزہ دار ہوتے تھے۔آپ اپنے درمیان اور (اپنی بیوی کی) شرمگاہ کے درمیان کوئی کپڑا رکھ لیتے۔'' (۱)

(البانی رحمہ اللہ) اس حدیث میں ایک اہم فائدہ موجود ہے اور وہ مباشرت کی تفسیر ہے (یعنی دوران روزہ جس مباشرت کی اجازت ہے وہ یہ کہ) روزہ دار اپنی بیوی کو شرمگاہ کے علاوہ چھوئے۔(۲)

حکیم بن عقال بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ روزے کی حالت میں میری بیوی سے مجھ پر کیا حرام ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ﴿ فَرْجُهَا ﴾ ''اس کی شرمگاہ۔'' (۳)

دوران روزہ اپنی بیوی کا بوسہ لینے اور اس سے مباشرت کے جواز کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ مباشرت کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملاتے) اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔'' (٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے 'پھر آپ ہنسیں۔'' (٥)

(3) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ : مَالَكِ أَنُفِسْتِ ؟ قُلْتُ نَعَمْ فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ ﴾ ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔اس لیے میں چپکے سے نکل گئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہوگئی ہے' کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں' پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں داخل ہوگئی۔حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے

---

(۱) [حسن : الصحیحة (۲۲۱)] (۲) [نظم الفرائد (۱/٥۲٦)]

(۳) [صحیح : الصحیحة (تحت الحدیث / ۲۲۱) طحاوی (۱/۳٤۷)]

(٤) [بخاری (۱۹۲۷) کتاب الصوم : باب المباشرة للصائم' مسلم (۱۱۰٦) ابن ماجة (۱٦۸۷)]

(٥) [بخاری (۱۹۲۸) کتاب الصوم : باب القبلة للصائم' مسلم (۱۱۰٦) احمد (۲٤۱٦٥) ابن ابی شیبة (۳/٥۹)]

غسل جنابت کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔'' (۱)

(4) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار (اپنی بیوی کا) بوسہ لے سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس (یعنی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھو۔ انہوں نے اسے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں۔ اس نے کہا' اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں (اس لیے آپ ایسا کر سکتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا کہ خبردار! اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں (جب میں یہ سب کرتا ہوں تو تم بھی کر سکتے ہو)۔'' (۲)

(5) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کیا ہے' میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا' کلی میں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے؟ (مراد یہ ہے کہ جب کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں تو بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (۳)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُنِيْ وَهُوَ صَائِمٌ وَ أَنَا صَائِمَةٌ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ دوران روزہ میرا بوسہ لیتے تھے اور میں بھی روزہ دار ہوتی تھی۔'' (٤)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے کوئی روزہ دار گناہگار نہیں ہوتا خواہ جوان ہو یا بوڑھا۔ (٥)

ان تمام صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے اور اس کے جسم کے ساتھ جسم بھی ملا سکتا ہے۔ تاہم ایسا نوجوان جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکے گا اور جماع میں مبتلا ہو سکتا ہے تو اسے اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ ؟ فَرَخَّصَ لَهُ وَ أَتَاهُ آخَرُ فَسَأَلَهُ فَنَهَاهُ ، فَإِذَا الَّذِيْ رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَ الَّذِيْ نَهَاهُ شَابٌّ ﴾ ''ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغلگیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو

---

(۱) [بخاری (۱۹۲۸) کتاب الصوم : باب القبلة للصائم ' مسلم (۱۱۰٦)]

(۲) [مسلم (۱۱۰۸) کتاب الصیام ، بیھقی (۲۳٤/٤) ابن حبان (۳٥۳۸) تحفة الأشراف (۱۰٦۸۳)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۰۸۹) کتاب الصیام : باب القبلة للصائم ' ابو داود (۲۳۸٥) احمد (۲۱/۱) دارمی (۱۳/۲) حاکم (٤۳۱/۱) ابن حبان (۹۰٥۔الموارد) ابن خزیمة (۱۹۹۹)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۰۸۸) کتاب الصیام : باب القبلة للصائم ' ابو داود (۲۳۸٤)]

(٥) [فتاوی إسلامیة (۱۳٤/۲)]

آپ ﷺ نے اسے اس سے روک دیا۔ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے روکا تھا وہ نوجوان تھا۔'' (۱)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''اس میں یہ دلیل ہے کہ روزہ دار کے لیے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا جائز ہے اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔'' (۲)

(نووی رحمۃ اللہ علیہ) اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ روزہ دار کے بوسہ لینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ (۳)

(سید سابق رحمۃ اللہ علیہ) دوران روزہ اس شخص کے لیے بوسہ لینا جائز ہے جو ضبط نفس کی طاقت رکھتا ہو۔ (٤)

(البانی رحمۃ اللہ علیہ) چھٹی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث دلیل ہے کہ ماہ رمضان میں روزہ دار کے لیے اپنی بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے۔ اور بے شک علماء نے اس مسئلے میں چار سے زیادہ اقوال پر اختلاف کیا ہے اور ان میں سب سے زیادہ راجح جواز ہی ہے، لیکن بوسہ لینے والے کی حالت کا لحاظ رکھا جائے گا کہ اگر وہ نوجوان ہے اور اپنے نفس پر جماع میں مبتلا ہو جانے سے ڈرتا ہے کہ جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے تو اسے اس عمل سے بچنا چاہیے۔'' (٥)

مسواک کرنا

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أَعُدُّ وَلَا أُحْصِيْ ﴾ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے دیکھا ہے کہ جسے میں گنتی اور شمار میں نہیں لا سکتا۔'' (٦)

اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن مسواک کی مشروعیت کے عام دلائل میں روزہ دار بھی شامل ہے اور اسی طرح تمام اوقات بھی شامل ہیں الا کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ روزہ دار کو مسواک نہیں کرنی چاہیے یا روزہ دار فلاں اور فلاں وقت میں مسواک نہیں کر سکتا۔ جب ایسی کوئی

---

(۱) [**حسن صحیح** : صحیح ابو داود (۲۰۹۰) کتاب الصیام : باب کراهیته للشاب ' ابو داود (۲۳۸۷) بیهقی فی السنن الکبری (۲۳۲/٤) احمد (۱۸۵/۲۔ ۲۲۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۸۳/۳)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۲۳٤/٤)]

(٤) [فقه السنة (٤٠٦/۱)]

(٥) [السلسلة الصحیحة (٤۳۰/۱)]

(٦) [**ضعیف** : ضعیف ابو داود (٥۱۱) کتاب الصیام : باب السواك للصائم ' المشکاة (۲۰۰۹) إرواء الغلیل (٦۸) ابو داود (۲۳٦٤) ترمذی (۷۲٥) دارقطنی (۲٤۸) بیهقی (۲۷۲/٤) طیالسی (۱۸۷/۱) احمد (٤٤٥/۳) حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ راوی ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر حافظ ابن حجرؒ نے خود اسی روایت کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔ [تلخیص الحبیر (ص/۲۲۔ ۲٤)] علاوہ ازیں یہی روایت صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے تعلیقاً بھی نقل فرمائی ہے۔ [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳٤) کتاب الصوم : باب السواك الرطب والیابس للصائم]

صحیح دلیل موجود نہیں تو عام لوگوں کی طرح روزہ دار بھی مسواک کر سکتا ہے اور دن کے تمام اوقات میں مسواک کر سکتا ہے۔

جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ﴿ أَتَسَوَّكُ وَ أَنَا صَائِمٌ ﴾ ''کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کروں؟'' تو انہوں نے فرمایا﴿ نَعَمْ ﴾ ''ہاں کرلو'' میں نے کہا﴿ أَيُّ النَّهَارِ ؟ ﴾ ''دن کے کس حصے میں مسواک کروں؟'' انہوں نے فرمایا﴿ غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً ﴾ ''دن یا رات کو (جب چاہو کرو)۔'' (عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ) میں نے کہا﴿ إِنَّ النَّاسَ يَكْرَهُوْنَ عَشِيَّةً وَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ؟ ﴾ ''لیکن لوگ تو شام کے وقت (روزے کی حالت میں) مسواک کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' انہوں نے فرمایا﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ أَمَرَهُمْ بِالسِّوَاكِ ، وَمَا كَانَ بِالَّذِيْ يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَنْتِنُوْا أَفْوَاهَهُمْ عَمَدًا ، مَا فِيْ ذَالِكَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئٌ بَلْ فِيْهِ شَرٌّ ﴾ ''سبحان اللہ! اسی نے تو ان کو مسواک کا حکم دیا ہے۔ اور جان بوجھ کر وہ لوگوں کو ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنے منہ بدبودار کر لیں۔ اس بات میں کچھ بھی خیر نہیں ہے بلکہ اس میں برائی ہے۔'' (۱)

(بخاری رحمہ اللہ) رقمطراز ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ نے دورانِ روزہ مسواک کی۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے تھے...... امام ابن سیرینؒ نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کسی نے کہا کہ اس میں جو ایک مزہ ہوتا ہے اس پر آپ نے کہا: کیا پانی میں مزہ نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس سے کلی کرتے ہو۔'' (۲)

(ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ روزہ دار کے لیے کوئی حرج نہیں سمجھتے خواہ وہ دن کے ابتدائی حصے میں مسواک کرے یا دن کے آخری حصے میں۔ البتہ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے (روزہ دار کے لیے) دن کے آخری حصے میں مسواک کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۳)

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی وہی مؤقف ہے جو امام شافعیؒ کا ہے۔ (٤)

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگرچہ انسان زوال کے بعد روزہ دار ہی کیوں نہ ہو (اس کے لیے

---

(۱) [شیخ البانیؒ نے اس روایت کو نہایت ہی عمدہ قرار دیا ہے۔ [إرواء الغلیل (۱۰٦/۱)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ [تلخیص الحبیر (ص/۱۱۳)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰) کتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

(۳) [جامع ترمذی (بعد الحدیث / ۷۲۵)] (٤) [إرواء الغلیل (۱۰۷/۱)]

مسواک مستحب ہے)۔(۱)

(البانی رحمہ اللہ) دلائل کے عموم کی وجہ سے یہی (ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا) موقف برحق ہے۔(۲)

جن حضرات کا یہ موقف ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے ان کی دلیل ایک ضعیف روایت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا صُمْتُمْ فَاسْتَاكُوا بِالْغَدَاةِ وَلَا تَسْتَاكُوا بِالْعَشِيِّ﴾ ''جب تم روزہ رکھو تو صبح کے وقت مسواک کرو شام کے وقت مسواک نہ کرو۔''(۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) مسواک کے مسئلے میں واردشدہ احادیث کے عموم کی وجہ سے روزہ دار کے لیے روزے کے سارے دن میں مسواک کرنا جائز ہے۔(٤)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) دوران روزہ مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(٥)

(ابن باز رحمہ اللہ) روزہ دار کے لیے دن کی ابتداء میں اور آخر میں مسواک کا استعمال جائز ہے۔(٦)

دورانِ روزہ ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا حکم

اگر ٹوتھ پیسٹ حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن افضل یہ ہے کہ ٹوتھ پیسٹ رات کو استعمال کی جائے اور دن کو مسواک استعمال کریں کیونکہ یہی سنت نبوی ہے۔

ہنڈیا کا ذائقہ چکھنا

امام بخاری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ)) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہنڈیا یا کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''(۷)

(احمد رحمہ اللہ) مجھے یہ پسند ہے کہ کھانے کے ذائقے سے بھی اجتناب کیا جائے لیکن اگر کوئی ذائقہ چکھ لے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اس میں کوئی حرج نہیں۔(۸)

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) بغیر کسی ضرورت کے کھانے کا ذائقہ چکھنا ناپسندیدہ ہے لیکن یہ روزہ نہیں توڑتا۔ البتہ ضرورت کی غرض سے یہ کلی کرنے کی مانند (جائز) ہے۔(۹)

---

(۱) [أخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص/ ۱۸) مجموع الفتاوى (۲٦٦/۲٥)]
(۲) [إرواء الغليل (۱۰۷/۱)]
(۳) [ضعيف : إرواء الغليل (٦۷) ' (۱۰٦/۱) بيهقى (۲۷٤/٤) دارقطنى (۲٤۹) اس روایت کی سند میں کیسان ابو عمر راوی قوی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔[تلخيص الحبير (ص/۲۲)]
(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة (۱۱۰/٥)]
(٥) [فتاوى إسلامية (۱۲٦/۲)]
(٦) [فتاوى إسلامية (۱۲٦/۲)]
(۷) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۰)]
(۸) [المغنى لابن قدامة (٤٦/۳)]
(۹) [مجموع الفتاوى (۲٦٦/۲٥)]

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) دوران روزہ دن میں ضرورت کے وقت اگر انسان کھانے کا ذائقہ چکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کا روزہ صحیح ہے بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر کوئی چیز نہ نگلے۔(۱)

(شیخ ابن جبرین رحمۃ اللہ علیہ) ضرورت کے لیے کھانے کا ذائقہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

تھوک نگلنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ((قَالَ عَطَاءٌ : اِنْ ازْدَرَدَ رِيْقَهُ لا أَقُوْلُ يُفْطِرُ)) ''امام عطاءؒ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار اپنا تھوک نگل لے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔''(۳)

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اور جس سے اجتناب ممکن نہیں مثلاً تھوک نگلنا وغیرہ' اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے۔(٤)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) اگر روزہ دار اپنا تھوک نگل لے تو اس پر کوئی حرج نہیں خواہ کوئی مرد ہو یا عورت۔(٥)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اپنا تھوک نگلنے سے روزہ دار کا روزہ فاسد نہیں ہوتا خواہ وہ زیادہ اور مسلسل ہی ایسا کرے اور خواہ مسجد میں یا مسجد سے باہر ایسا کرے۔ لیکن جب غلیظ قسم کی بلغم ہو مثلاً کھنگار تو اسے نہیں نگلنا چاہیے اور اگر مسجد میں ہو تو ٹشو پیپر میں تھوک دینا چاہیے۔(٦)

اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ

((قَالَ الْحَسَنُ : اِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ)) ''امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی داخل ہو جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔''(۷)

ناک میں دواء ڈالنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ

---

(١) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠/٣٣٢)]

(٢) [فتاوى إسلامية (٢/١٢٨)]

(٣) [بخاري (قبل الحديث / ١٩٣٠) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

(٤) [المغني لابن قدامة (٤/٣٥٤)]

(٥) [فتاوى إسلامية (٢/١٢٥)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠/١٧٠)]

(٧) [بخاري (قبل الحديث / ١٩٣٣) كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا]

((قَالَ الْحَسَنُ : لَا بَأْسَ بِالسَّعُوْطِ لِلصَّائِمِ اِنْ لَمْ يَصِلْ اِلَى حَلْقِهِ)) ''امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ناک میں (دواءوغیرہ) چڑھانے میں، اگر وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱)

مہندی لگانا اور میک اَپ کرنا

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) چہرے کو خوبصورت کرنے والی اشیاء مثلاً صابن، تیل وغیرہ جن کا تعلق صرف ظاہری جلد کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی طرح مہندی اور میک اَپ وغیرہ (روزے کو کوئی نقصان نہیں دیتا) لیکن یہ ہے کہ اگر میک اَپ کا استعمال چہرے کو نقصان دے تو استعمال کرنا ضروری نہیں۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) دوران روزہ مہندی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۳)

---

(۱) [بخاری (بعد الحديث / ۱۹۳٤) كتاب الصوم : باب قول النبی إذا توضأ فليستنشق]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن باز (۳٤۹/۱)]

(۳) [فتاوى إسلامية (۱۲۷/۲)]

باب ما یحرم للصائم — روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان

روزے میں وصال کرنا

واضح رہے کہ وصال سے مراد یہ ہے کہ آدمی ارادی طور پر دو یا اس سے زیادہ دن تک روزہ افطار نہ کرے اور مسلسل روزہ رکھے' نہ رات کو کچھ کھائے اور نہ سحری کے وقت۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا تُوَاصِلُوْا ، قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَ اُسْقٰی أَوْ اِنِّیْ أَبِیْتُ اُطْعَمُ وَ اُسْقٰی ﴾ ''وصال مت کیا کرو' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ نَهَی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ ، قَالَ : اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَ اُسْقٰی ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بلاشبہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں' مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔'' (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نَهَی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : وَ اَیُّكُمْ مِثْلِیْ ؟ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ ، فَلَمَّا أَنْ یَنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ یَوْمًا ثُمَّ یَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ : لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِیْلِ لَهُمْ حِیْنَ أَبَوْا أَنْ یَنْتَهُوْا ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال سے منع فرمایا تھا۔ اس پر مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ جب اس پر بھی وصال کا روزہ رکھنے سے نہ باز آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا۔ گویا

---

(۱) [بخاری (۱۹۶۱) کتاب الصوم : باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام' ترمذی (۷۷۸) ابن خزیمة (۲۰۶۹) احمد (۱۷۰/۳ـ ۱۷۳ـ ۲۰۲) ابو یعلی (۲۵۵/۵) الحلیة لأبی نعیم (۲۵۹/۷)]

(۲) [بخاری (۱۹۶۲) کتاب الصوم : باب الوصال' مسلم (۱۱۰۲) أبو داود (۲۳۶۰) أحمد (۲۱/۲)]

جب لوگ وصال کے روزے سے باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو سزا دینے کے لیے ایسا کہا۔'' (۱)

(4) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ اِيَّاكُمْ وَ الْوِصَالَ مَرَّتَيْنِ ﴾ ''تم لوگ وصال سے بچو۔ آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا۔'' (۲)

نبی ﷺ خود وصال کیا کرتے تھے لیکن وہ آپ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں میرے جیسا کون ہے؟ میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے وصال سے منع فرماتے ہوئے کہا﴿ اِنَّمَا يَفْعَلُ ذَالِكَ النَّصَارَى ﴾ ''یہ عمل تو صرف عیسائی کرتے ہیں۔'' (۳)

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) انہوں نے وصال کو حرام قرار دیا ہے۔ (٤)

جھوٹ بولنا' غیبت کرنا اور لڑائی جھگڑا کرنا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ﴾ ''جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' (٥)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ میرے لیے خاص ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے﴿ اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ ﴾ ''اگر کوئی روزہ دار ہو تو اسے چاہیے کہ فحش گوئی نہ کرے اور نہ شور مچائے۔ اور اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو اسے صرف یہ جواب دے کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں۔'' (٦)

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ مَنْ لَمْ يَدَعِ الْخَنَا وَالْكَذِبَ فَلَا حَاجَةَ لِلّٰهِ أَنْ

---

(۱) [بخاری (۱۹٦٥) کتاب الصوم : باب التنكيل لمن أكثر الوصال ' مسلم (۱۱۰۲) عبد الرزاق (۷۷۵۳) ' (۷۷۵٤) احمد (۲۳۱/۲ ۔ ۲۳۷) بیهقی (۲۸۲/٤) شرح السنة (٤۷۲/۳)]

(۲) [بخاری (۱۹٦٦) کتاب الصوم : باب التنكيل لمن أكثر الوصال ' مسلم (۱۱۰۲)]

(۳) [احمد (۲۲٥/٥)] (٤) [فتح الباری (۲۰۹/٤)]

(٥) [بخاری (۱۹۰۳) کتاب الصوم : باب من لم يدع قول الزور والعمل به ' ابو داود (۲۳٦۲) ترمذی (۱٦۸۹) احمد (٤٥۲/۲ ۔ ٤٥۳) بیهقی (۲۷۰/٤) عبد الله بن مبارك فی الزهد (۱۳۰۷) شرح السنة (۱۷٤۰)]

(٦) [بخاری (۱۹۰٤) کتاب الصوم : باب هل يقول إني صائم إذا شتم ' مسلم (۱۱٥۱) ابو داود (۲۳٦۳)]

يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ﴾ ''جس نے بدزبانی اور جھوٹ نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' (١)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) روزہ دار پر واجب ہے کہ وہ اپنے روزے کو جھوٹ' غیبت اور گالی گلوچ سے پاک رکھے۔(٢)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) دوران روزہ گالی گلوچ سے روزہ باطل نہیں ہوتا لیکن اس سے روزہ دار کے اجر میں کمی آ جاتی ہے لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس پر ضبط رکھے اور گالی گلوچ' غیبت اور چغلی وغیرہ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور اسی طرح ان تمام کاموں سے بچے جنہیں دوران روزہ حرام کیا گیا ہے۔(٣)

لغو' رفث اور جہالت کی باتیں کرنا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ ﴾ ''روزہ (گناہوں سے بچاؤ کی) ایک ڈھال ہے لہٰذا (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے۔'' (٤)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الْأَكْلِ وَ الشُّرْبِ إِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ أَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ فَلْتَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ ﴾ ''روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ تو لغو (ہر بے فائدہ و بے ہودہ کام) اور رفث (جنسی خواہشات پر مبنی حرکات اور کلام) سے بچنے کا نام ہے۔ لہٰذا اگر کوئی تمہیں (دوران روزہ) گالی دے یا جہالت کی باتیں کرے تو اسے کہہ دو کہ میں تو روزہ دار ہوں۔'' (٥)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لَا تُسَابَّ وَ أَنْتَ صَائِمٌ ، فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ فَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ وَإِنْ كُنْتَ قَائِمًا فَاجْلِسْ ﴾ ''تم روزے کی حالت میں کسی کو گالی مت دو۔ اگر تمہیں کوئی گالی دے تو اسے کہہ دو کہ میں تو روزہ دار ہوں اور تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔'' (٦)

(4) ایسے افعال سے نہ بچنے والوں کے متعلق ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ﴿ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ ﴾ ''کتنے ہی روزہ دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے روزہ رکھنے سے کچھ نہیں ملتا۔'' (٧)

---

(١) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (١٠٨٢) كتاب الصوم ، طبراني صغير (١٧٠/١)]

(٢) [المغني لابن قدامة (٤٤٧/٤)] (٣) [فتاوى اللجنة الدائمة (٣٣٣/١٠)]

(٤) [بخاری (١٨٩٤) كتاب الصوم : باب فضل الصوم ' مسلم (١١٥١) ابو داود (٢٣٦٣) احمد (٤٥/٢)]

(٥) [**صحيح** : صحيح الترغيب (١٠٨٢) كتاب الصوم ، صحيح ابن خزيمة (١٩٩٦) ' (٢٤٢/٣)]

(٦) [**حسن** : صحيح الترغيب (١٠٨٢) كتاب الصوم ، صحيح ابن خزيمة (١٩٩٤) ابن حبان (٣٤٧٠)]

(٧) [**جيد** : المشكاة (٦٢٦/١) أحمد (٤٤١/٢) دارمی (٢٧/٦) كتاب الرقائق : باب في المحافظة على الصوم]

مبالغہ سے ناک میں پانی چڑھانا

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ أَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَبَالِغْ فِي الْاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا ﴾''وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو مگر روزے کی حالت میں (ایسا نہ کیا کرو)۔''(۱)

جو ضبط نفس کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس کے لیے بیوی کا بوسہ لینا یا مباشرت کرنا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ ﴾ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ مباشرت کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملاتے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ ؟ فَرَخَّصَ لَهُ وَأَتَاهُ آخَرُ فَنَهَاهُ فَإِذَا الَّذِيْ رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَ الَّذِيْ نَهَاهُ شَابٌّ ﴾ ''ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغلگیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رخصت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس سے روک دیا۔ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے روکا تھا وہ نوجوان تھا۔''(۲)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گذشتہ باب ''روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان'' کا مطالعہ کیجیے۔

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۳۲۸) کتاب الطهارة وسننها : باب المبالغة فی الاستنشاق والاستنثار ' ابن ماجة (۴۰۷) ابو داود (۲۳۶۶) کتاب الصوم : باب الصائم يصب عليه الماء من العطش ويبالغ فی الاستنشاق ' ترمذی (۷۸۸) کتاب الصوم : باب ما جاء فی کراهية مبالغة الاستنشاق للصائم ' مسند احمد (۱۷۸۶۳)]

(۲) [بخاری (۱۹۲۷) کتاب الصوم : باب المباشرة للصائم ' مسلم (۱۱۰۶) کتاب الصيام : باب بيان أن القبلة فی الصوم ليست محرمة على من ترك شهوته]

(۳) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (۲۰۹۰) کتاب الصيام : باب كراهيته للشاب ' ابو داود (۲۳۸۷)]

باب ما یبطل الصوم — روزہ توڑنے والی اشیاء کا بیان

جان بوجھ کر کھانے' پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ [البقرة : ۱۸۷] ''تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے (یعنی صبح صادق رات سے) ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابن آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ ﴿قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي﴾ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزے کے' بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری رضا مندی کے لیے چھوڑتا ہے۔''(۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اس پر اجماع ہے کہ جان بوجھ کر کھانے' پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(۲)

اگر کوئی بھول کر کھا پی لے

تو اس پر نہ کفارہ ہے نہ قضا کیونکہ اس کا روزہ برقرار ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ﴾ ''جو روزہ دار بھول کر اگر کچھ کھا یا پی لے تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا' پلایا ہے۔''(۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ﴾ ''بے شک یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔''(٤)

---

(۱) [مسلم (۱۱۵۱) کتاب الصیام : باب حفظ اللسان للصائم' موطا (٦٨٩) احمد (٣٤٩٣) نسائی فی السنن الکبری (۲۵۲۳)' (۲۵۲۷) ابن ماجة (۱٦۳۸) عبد الرزاق (۷۸۹۱) ابن ابی شیبة (٥/٣) ابن حبان (۳٤۲۲) ابن خزیمة (۱۸۹٦) طیالسی (۲٤۸٥) شرح السنة للبغوی (۱۷۱۰)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (٣٥٠/٤)]

(۳) [بخاری (۱۹۳۳) کتاب الصوم : باب الصائم إذا أکل أو شرب ناسیا' مسلم (۱۱۵۵) ابو داود (۲۳۹۸) ترمذی (۷۲۲) ابن ماجة (۱٦۷۳) دارمی (۱۷۲۷) دارقطنی (۱۷۸/۲) ابن حبان (۳۵۱۹)]

(٤) [ترمذی : کتاب الصوم : باب ماجاء فی الصائم یا کل أو یشرب ناسیا' عارضة الأحوذی (۲٤٦/۳)]

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿ مَنْ أَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ ﴾ ''اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر قضا اور کفارہ نہیں۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ اگر بھول کر روزہ باطل کر دینے والا کوئی عمل کر لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(جمہور علما) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جو روزہ دار رمضان کے دن میں بھول کر روزہ افطار کر دے اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس پر لازم ہے کہ اپنے اس دن کے روزے کو پورا کر لے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔ علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہی ہے۔(۳)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اگر کوئی بھول کر کھا پی لے اور وہ روزہ دار ہو تو اس کا روزہ صحیح ہے۔(٤)

جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ﴾ [البقرة : ١٨٧] ''روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا۔'' معلوم ہوا کہ دن میں یہ عمل حرام ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تجھے کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ اس نے کہا ﴿ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِيْ وَأَنَا صَائِمٌ ﴾ ''میں رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کر بیٹھا۔'' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا ؟ ﴾ ''کیا تجھ میں اتنی طاقت ہے کہ ایک گردن آزاد کر دے۔'' اس نے کہا ''نہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؟ ﴾ ''کیا تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔'' اس نے کہا ''نہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ ﴾ ''کیا تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی وسعت رکھتا ہے'' تو اس نے کہا ''نہیں۔'' راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک

---

(۱) [صحيح : حاكم (٤٣٠/١) دار قطني (١٧٨/٢) ابن حبان (٩٠٦۔الموارد)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [فتح الباري (١٥٧/٤)] شیخ محمد صبحی حلاق نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (١٣٧/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (١٧٨/٣) الروضة الندية (٥٤٢/١) سبل السلام (١٣٧/٤)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة (٢٦٩/١٠)]

(٤) [فتاوى إسلامية (١٢٨/٢)]

بڑا تھیلا (عرق) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق تھیلے کو کہتے ہیں (جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور اسے صدقہ کر دو۔ اس آدمی نے کہا ﴿ اَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! فَوَ اللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا ۔ يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ ۔ اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِىْ ﴾ ''اے اللہ کے رسول! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر اسے صدقہ کر دوں؟ اللہ کی قسم! ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔'' اس پر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے حتی کہ آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہو گئے' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ ﴾ ''چلو اسے اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو۔'' (۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا:

﴿ وَ صُمْ يَوْمًا مَكَانَهُ ﴾ ''اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔'' (۲)

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَصُمْ يَوْمًا وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ﴾ ''ایک دن کا روزہ رکھو اور اللہ سے استغفار کرو۔'' (۳)

معلوم ہوا کہ دوران روزہ جماع وہم بستری کرنے والے شخص پر کفارہ اور قضا دونوں لازم ہیں۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر شوہر رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لے تو اس پر قضاء' کفارہ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ تینوں کام لازم ہیں۔ (٤)

جماع کی وجہ سے کیا عورت کا روزہ فاسد ہو گا اور کیا اس پر کفارہ ہے؟

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) جماع کی وجہ سے بلا اختلاف عورت کا روزہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔......کھانے کی طرح مرد اور عورت دونوں اس عمل میں برابر ہیں۔ تاہم اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا ایسی عورت پر کفارہ لازم ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ ایسی عورت پر کفارہ لازم ہے۔ یہ ابوبکر' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام ابوثور اور امام ابن منذر رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایسی عورت پر کوئی کفارہ نہیں۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ امام احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ایسی عورت پر کفارہ ہے جس کا شوہر رمضان

---

(۱) [بخاری (۱۹۳٦) کتاب الصوم : باب إذا جامع فی رمضان......' مسلم (۱۱۱۱) أبو داود (۲۳۹۰) ترمذی (۷۲٤) ابن ماجة (۱٦۷۱) دارمی (۳٤۳/۱) أحمد (۲۰۸/۲) شرح معانی الآثار (٦۰/۲)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱۳۵٦) کتاب الصیام ، إرواء الغلیل (۹٤۰) ابن ماجة (۱٦۷۱)]

(۳) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۲۰۹٦) کتاب الصوم : باب کفارة من أتى أهله فی رمضان ' إبو داود (۲۳۹۳)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۰٤/۱۰)]

میں اس سے ہم بستری کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں سنا کہ عورت پر بھی کفارہ ہے۔ یہی قول امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان میں جماع کرنے والے کو ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا لیکن عورت کو کسی چیز کا حکم نہیں دیا حالانکہ آپ کو علم تھا کہ یہ جماع عورت سے ہوا ہے۔ اور اگر عورت کو جماع پر مجبور کیا گیا ہو تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔(۱)

(راجح) دوسری روایت ہی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر عورت پر کفارہ لازم ہوتا تو لازماً نبی کریم ﷺ اسے بھی مرد کے ساتھ کفارے کی ادائیگی کا حکم دیتے۔ (واللہ اعلم)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر تو عورت ہم بستری پر رضامند ہو تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔(۲)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ: اگر عورت کو مجبور کیا گیا ہو تو پھر اس پر کوئی کفارہ نہیں۔(۳)

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) جب مرد اپنی بیوی کو ہم بستری پر مجبور کرے اور وہ دونوں روزہ دار ہوں تو عورت کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں۔(٤)

اگر کوئی رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں دوران روزہ ہم بستری کر لے

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں روزہ کا فاسد ہونا مطلق طور پر کفارہ واجب نہیں کرتا۔ بلکہ اگر روزہ واجب ہو تو صرف قضا ہی واجب ہوتی ہے اور کفارہ صرف اس صورت میں واجب ہے جبکہ رمضان میں جماع و ہم بستری کی گئی ہو۔(٥)

عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

اور اگر خود بخود قے آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ﴾ "جسے روزے کی حالت میں قے آ جائے اس پر قضا نہیں اگر جان بوجھ کر قے کرے تو قضاء دے۔"(٦)

(ترمذی رحمۃ اللہ علیہ) اہل علم کے نزدیک حدیث ابو ہریرہ پر ہی عمل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر روزہ دار کو از خود

---

(۱) [ملخصا : المغني لابن قدامة (٣٧٥/٤)] (۲) [فتاوى اللجنة الدائمة (٣١٢/١٠)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة (٣١١/١٠)] (٤) [فتاوى إسلامية (١٣٦/٢)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة (٣٢٣/١٠)]

(٦) [صحيح : صحيح أبوداود (٢٠٨٤) كتاب الصوم : باب الصائم يستقئ عمدا ' أبو داود (٢٣٨٠) ترمذي (٧١٦) ابن ماجة (١٦٧٦) أحمد (٤٩٨/٢) دارمي (١٤/٢) ابن الجارود (٣٨٥) شرح معاني الآثار (٩٧/٢) دار قطني (١٨٤/٢) حاكم (٤٢٧/١) بيهقي (٢١٩/٤) ابن خزيمة (١٩٠٦)]

قے آجائے تو اس پر قضا نہیں ہے اور اگر وہ جان بوجھ کر قے کرے تو قضا دے۔ امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن منذر رحمہ اللہ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔(۲)

(خطابی رحمہ اللہ) میرے علم میں نہیں کہ اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہو۔(۳)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) عام اہل علم کا یہی موقف ہے۔(٤)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اس پر اجماع ہے۔(٥)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی، شیخ ابن باز رحمہ اللہ) اگر کوئی جان بوجھ کر قے کر دے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا لیکن اگر کسی کو خود بخود قے آجائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(٦)

کچھ حضرات کا یہ موقف ہے کہ قے سے مطلقاً روزہ فاسد ہوتا ہی نہیں (جان بوجھ کر کرے یا خود آئے)۔ ان کی دلیل یہ روایت ہے ﴿ ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ : الْقَيْءُ وَ الْحِجَامَةُ وَ الْاحْتِلَامُ ﴾ "تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں: قے، سینگی لگوانا اور احتلام۔" لیکن یہ روایت ضعیف ہے اس لیے یہ مسئلہ درست نہیں۔(۷)

جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پر ظہار کے کفارے کی طرح کفارہ لازم ہے

جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے کہ ایک شخص نے دوران روزہ اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس طرح کفارہ ادا کرنے کو کہا۔ ایک گردن آزاد کرو، اگر اس کی طاقت نہیں تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھو اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔(۸)

کیا کفارہ میں ترتیب واجب ہے؟

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) یہ (یعنی گزشتہ سطور میں بیان کردہ) ترتیب واجب ہے۔(۹)

(عبدالرحمٰن مبارکپوری، ابن قیم رحمہما اللہ، سعودی فتویٰ کمیٹی) اسی کے قائل ہیں۔(۱۰)

کفارہ صرف ہم بستری کے ذریعے روزہ توڑنے میں ہی ہے

---

(۱) [ترمذی (بعد الحدیث / ۷۱٦)] (۲) [الإجماع لابن المنذر (ص/٥٢)، (۱۲٤)]

(۳) [معالم السنن (۲٦۱/۳)] (٤) [المغنی (۱۱۷/۳)]

(٥) [المحلی (۲٥٥/٦)] (٦) [فتاوی اللجنة الدائمة (۲٥٤/۱۰) فتاوی إسلامية (۱۳٤/۲)]

(۷) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۱۱٤) ترمذی (۷۱۹)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے۔ [تقریب التهذیب (٤۸۰/۱) الکاشف (۱٤٦/۲) المغنی (۳۸۰/۲) میزان الإعتدال (٥٦٤/۲)]

(۸) [بخاری (۱۹۳٦، ۱۹۳۷) مسلم (۱۱۱۱)] (۹) [المغنی (۳۸۰/٤)]

(۱۰) [تحفة الأحوذی (۳۷٥/۳) تهذیب السنن (۲٦۹/۳) فتاوی اللجنة الدائمة (۳۱۰/۱۰)]

یہ کفارہ تب ہے کہ انسان مباشرت کر بیٹھے۔ رہی بات کہ کیا ہر ذریعے سے روزہ توڑنے پر یہی کفارہ ہے؟ اس میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔

(جمہور) کفارہ صرف مباشرت وہم بستری میں ہی ہے (کیونکہ حدیث اسی کے متعلق ہے)۔

(مالکیہ) مباشرت اور اس کے علاوہ ہر چیز سے روزہ توڑنے پر کفارہ ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ ﴾ ''ایک آدمی نے روزہ توڑ دیا (تو آپ ﷺ نے اسے یہ کفارہ بتلایا)۔'' جبکہ اس میں جماع کا ذکر نہیں ہے۔(۱)

(راجح) اگر یہ حدیث ﴿ أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ ﴾ ''ایک آدمی نے روزہ توڑ دیا۔'' صحیح ہو تب بھی مجمل ہے، جس کی وضاحت دیگر روایات میں موجود ہے کہ اس نے مباشرت کے ساتھ روزہ توڑا تھا۔ ہر کھانے پینے کو مباشرت پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ عبادات میں قیاس اصلاً باطل ہے اور ان حضرات کے پاس کوئی صحیح دلیل موجود نہیں جو مباشرت وہم بستری کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ روزہ توڑنے والے پر کفارہ واجب قرار دیتے ہیں۔ اور اصل عدم وجوب ہی ہے الا کہ کوئی دلیل مل جائے۔ لہٰذا حق بات یہی ہے کہ کفارہ صرف اس شخص پر واجب ہے جو مباشرت وہم بستری کے ذریعے روزہ توڑ بیٹھے علما کی اکثریت یہی رائے رکھتی ہے۔

(ابن حزم، البانی رحمۃ اللہ علیہما محمد صبحی حسن حلاق) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر کسی نے جماع وہم بستری کے ذریعے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضا' کفارہ اور توبہ تینوں کام ضروری ہیں اور اگر کسی نے کھا پی کر روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء اور توبہ لازم ہے' کفارہ لازم نہیں۔(۳)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) کفارہ صرف اُسی پر واجب ہوتا ہے جو رمضان کے فرضی روزے کے دوران دن میں ہم بستری کر بیٹھے کیونکہ حدیث اسی کے متعلق وارد ہوئی ہے۔(۴)

اگر کوئی کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ جماع کر لے

اس کی دو ہی صورتیں ہیں: یا تو اس شخص نے اسی روز دوبارہ جماع کیا ہوگا یا اس کے علاوہ کسی اور دن میں۔ اگر تو اس نے اسی روز دوبارہ جماع کیا ہوگا تو اسے ایک ہی کفارہ کافی ہو جائے گا لیکن اگر اس نے کسی اور دن میں دوبارہ جماع کیا ہوگا تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے کیونکہ ہر دن الگ عبادت کا دن ہے لہٰذا ایک دن کا کفارہ

(۱) [الأم (۱۲۸/۲) المبسوط (۷۳/۳) الكافی (ص/۱۲۱) بداية المجتهد (۲۰۹/۱) نيل الأوطار (۱۸۸/۳)]
(۲) [المحلی بالآثار (۳۱۳/٤) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱۹/۲) التعليق على الروضة الندية (٥٤٥/۱)]
(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة (۳٥٥/۱۰)] (٤) [فتاوى إسلامية (۱٤۱/۲)]

دوسرے دن سے کفایت نہیں کرے گا بلکہ ہر دن کا الگ کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔(واللہ اعلم)(۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر شوہر اپنی بیوی سے رمضان کے دن میں ایک مرتبہ یا زیادہ مرتبہ ایک ہی دن میں ہم بستری کر لے تو اس پر ایک کفارہ ہے جبکہ اس نے ابھی پہلی ہم بستری کا کفارہ ادا نہ کیا ہو۔ اور اگر وہ رمضان کے مختلف ایام میں دن کے وقت ہم بستری کرے تو اس پر اُتنے کفارے ہیں جتنے دنوں میں اس نے ہم بستری کی ہے۔(۲)

اگر کوئی بھول کر ہم بستری کر بیٹھے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ((قَالَ الْحَسَنُ وَ مُجَاهِد : إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ))
''امام حسن بصریؒ اور امام مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ اگر روزہ دار بھول کر ہم بستری کر لے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔''(۳)

(جمہور) اس پر کوئی کفارہ نہیں (انہوں نے ہم بستری کو بھی کھانے' پینے کے ساتھ ملایا ہے) اور مزید ان کے مؤقف کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ''اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر قضا اور کفارہ نہیں۔''(٤)

(احمد رحمۃ اللہ علیہ) ایسے شخص پر کفارہ لازم ہے۔ (ان کی دلیل یہ ہے کہ گذشتہ حدیث میں مذکور آدمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں پوچھا کہ آیا اس نے بھول کر ہم بستری کی ہے یا جان بوجھ کر)۔

(ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے جمہور کے مؤقف کی تائید کی ہے۔(٥)

اگر ہم بستری کے علاوہ کسی اور ذریعے سے انزال ہو جائے؟

مثلاً بیوی کا بوسہ لینے یا جسم سے جسم ملانے وغیرہ سے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟
فی الحقیقت ان افعال کے ذریعے روزہ ٹوٹنے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں کیونکہ اصل میں روزہ قائم ہوتا ہے اور اس وقت تک فاسد نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی شرعی مفسد نہ پایا جائے۔ چنانچہ جب شارع علیہ السلام نے ان افعال کو روزے کے لیے مفسد قرار نہیں دیا تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ مندرجہ ذیل اثر سے بھی اس

---

(۱) [ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامة (٣٧٥/٤)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة (٣٢١/١٠)]

(۳) [بخاری (قبل الحديث / ١٩٣٣) كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا]

(٤) [ابن خزيمة (٣٣٩/٣)' (١٩٩٠) ابن حبان (٩٠٦۔ الموارد) حاكم (٤٣٠/١) دار قطنی (١٧٨/٢) بیهقی (٢٢٩/٤) امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(٥) [نيل الأوطار (١٨٨/٣) المغنی (٣٧٢/٤) فتح الباری (٦٧٠/٤)]

مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ روزے کی حالت میں مرد کے لیے اپنی بیوی سے کیا حلال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ﴿ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْجِمَاعُ ﴾ ''ہم بستری کے علاوہ ہر چیز حلال ہے۔'' (۱)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(امیر صنعانی رحمہ اللہ) زیادہ ظاہر یہی ہے کہ قضا اور کفارہ صرف اسی پر ہے جس نے جماع و ہم بستری کی اور ہم بستری نہ کرنے والے کو اس کے ساتھ ملانا بعید ہے۔(۳)

(شوکانی، البانی رحمہما اللہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

دوران روزہ احتلام اور مذی کا حکم

روزے کی حالت میں اگر احتلام ہو جائے یا مذی وغیرہ خارج ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ : الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ)) ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزہ ان اشیاء سے ٹوٹتا ہے جو اندر جاتی ہیں' ان سے نہیں ٹوٹتا جو باہر آتی ہیں۔'' (٥)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اگر روزے کی حالت میں کسی کو احتلام ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ شارع علیہ السلام نے اسے مفسد قرار نہیں دیا۔(٦)

(شیخ ابن جبرین، شیخ ابن باز رحمہما اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں کہ علما کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ مذی نکلنے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔(۸)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) انہوں نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۹)

حیض یا نفاس شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے کہ ((الْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَ الصَّلَاةَ)) ''حیض والی عورت

---

(۱) [صحيح : تمام المنة (ص/٤١٩) عبدالرزاق (٨٤٣٩) ' (١٩٠/٤)]
(۲) [المحلى بالآثار (١٩٠/٤)]
(۳) [كما في تمام المنة (ص/٤١٨)] (٤) [أيضا]
(٥) [بخارى (قبل الحديث / ١٩٣٨) كتاب الصوم : باب الحجامة والقيئ للصائم]
(٦) [المحلى بالآثار (٣٣٥/٤)] (٧) [فتاوى إسلامية (١١١/٢) ، (١١٤/٢)]
(٨) [فتاوى إسلامية (١٣٤/٢)] (٩) [فتاوى إسلامية (١٣٥/٢)]

نہ نماز پڑھے اور نہ روزے رکھے۔'' اس کے تحت رقمطراز ہیں کہ

((وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ رَحِمَهُ اللّٰهُ : إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ فَلَا يَجِدُ الْمُسْلِمُونَ بُدًّا مِنْ اتِّبَاعِهَا مِنْ ذَالِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ))

''ابو الزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے۔ ان ہی میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ حائضہ عورت روزے تو قضا کرے لیکن نماز کی قضا نہ کرے۔''

اس قول کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟ فَذَالِكَ نُقْصَانُ دِينِهَا ﴾ ''کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے' یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔'' (۱)

(سعودی فتویٰ کمیٹی) اگر روزہ دار عورت کو غروب آفتاب سے پہلے حیض آ جائے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا اور وہ اس کی قضاء دے گی اور اگر غروب آفتاب کے بعد آئے تو اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔ (۲)

کیا حائضہ عورت رمضان میں مانع حیض ادویات استعمال کر سکتی ہے؟

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس مسئلے میں میرا خیال یہ ہے کہ عورت ایسا نہ کرے اور اُسی پر باقی رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے اور جو اس نے آدم کی بیٹیوں پر فرض کیا ہے۔ یقیناً اس ماہانہ پیریڈ کے مقرر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ضرور کوئی حکمت ہے' یہ حکمت عورت کی طبیعت کے لیے بھی مناسب ہے۔ لیکن جب وہ اس عادت کو روک دے گی تو بلا تردد عورت کے جسم کو اس سے نقصان لاحق ہو جائے گا۔ لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ عورتیں ایسی گولیاں استعمال نہ کریں اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اس کی تقدیر اور اس کی حکمت پر۔ جب عورت کو حیض آئے تو وہ روزے اور نماز سے رک جائے اور جب وہ اس سے پاک ہو جائے تو نئے سرے سے روزے رکھے اور نماز پڑھے اور جب ماہ رمضان گزر جائے تو جو روزے (حیض کی وجہ سے) رہ گئے ہیں ان کی قضا دے لے۔ (۳)

کیا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

دراصل ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نہ ہی اسے

---

(۱) [بخاری (۱۹۵۱) كتاب الصوم : باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث (۱۰/۱۵۵)] (۳) [فتاوى إسلامية (۲/۱٤٥)]

کھانے پینے پر قیاس کرنا درست ہے کیونکہ یہ حلق کے ذریعے پیٹ تک نہیں پہنچتا بلکہ کسی اور ذریعے سے بھی پیٹ تک نہیں پہنچتا اور صرف جسم کے مسامات میں ہی سرایت کر جاتا ہے جیسا کہ سرمے کے اثرات آنکھوں کے ذریعے سرایت کر کے بسا اوقات حلق تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح سخت گرمی میں ٹھنڈے پانی کے ذریعے غسل کرنے سے جسم میں تبدیلی، روزے کی شدت میں کمی اور پانی کا جسم کے مسامات میں سرایت کر جانا ایک بدیہی امر ہے، مزید یہ کہ اگر کوئی تمہ پاؤں کے تلووں میں ملے تو اس کی کڑواہٹ منہ تک محسوس کی جاسکتی ہے دراں حالیکہ ان تمام اشیا میں سے کسی کے ساتھ بھی روزہ ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جاتا۔ لہٰذا انجیکشن میں بھی اصل جواز ہی ہے جب تک کہ ممانعت کی کوئی واضح دلیل نہ مل جائے۔ (واللہ اعلم)

تاہم حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ رقمطراز ہیں کہ ''ایسا ٹیکہ جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو جائز ہے (اس کے علاوہ نہیں)۔ (۱)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) ماہ رمضان میں دن کے وقت رگ یا عضلات میں انجیکشن لگانے والے کا روزہ صحیح وبرقرار ہے اس لیے کہ رگ میں انجیکشن لگانا کھانا پینا تو نہیں۔ اور اسی طرح عضلات میں لگائے جانے والے ٹیکے بھی بالاولیٰ صحیح ہیں۔ لیکن اگر احتیاط کرتے ہوئے روزہ کی قضا میں روزہ رکھے تو یہ بہتر اور اچھا ہے۔ اور جب ضرورت محسوس ہو ایسے ٹیکے رات میں لگانے زیادہ بہتر اور احسن ہیں اور احتیاط بھی اسی میں ہے تاکہ اس مسئلے میں اختلاف سے بچا جاسکے۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) رگ، عضلات اور جوڑ میں ٹیکہ لگانے میں کوئی حرج نہیں اور اس سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے کہ یہ روزہ توڑنے والی اشیا میں شامل نہیں اور نہ ہی یہ روزہ توڑنے والی اشیا کے معنی میں اور اس کے قائم مقام ہے، اور نہ ہی یہ کھانا پینا اور کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتا ہے۔ ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ مریض کو ایسے ٹیکے اثر انداز ہوں گے جو کھانے پینے سے مستغنی کر دیں۔ (۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) روزہ دار کے لیے عضلات اور رگ میں ٹیکے سے علاج کرانا جائز ہے لیکن روزہ دار کے لیے مغذی ٹیکے لگوانا جائز نہیں کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کا استعمال کرنا رمضان میں روزہ افطار کرنے کا ایک حیلہ شمار ہوگا۔ اور اگر رگ اور عضلات میں رات کو ٹیکہ لگوانا ممکن ہو تو یہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ (٤)

کیا بے ہوشی سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟

روزہ دار کے لیے بے ہوش ہونے کی دو حالتیں ہیں:

---

(۱) [رمضان المبارك فضائل، فوائد، ثمرات (ص/٤٥)] (۲) [مجموع الفتاوى لابن باز (١٥/٢٥٧)]
(۳) [فتاوى الصيام (ص/٢٠)] (٤) [فتاوى اللجنة الدائمة (١٠/٢٥٢)]

(1) وہ سارا دن بے ہوش رہے یعنی وہ فجر سے قبل بے ہوش ہوا اور غروب شمس سے قبل اسے ہوش نہیں آئی۔ تو اس شخص کا روزہ صحیح نہیں بلکہ اس شخص پر اس دن کی قضاء لازم ہے۔ اس کے روزہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ روزہ تو نیت کے ساتھ روزہ توڑنے والی اشیاء سے پرہیز کرنے کا نام ہے کیونکہ حدیث قدسی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انسان کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے ترک کرتا ہے۔'' (۱)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے ترک کی اضافت صائم یعنی روزہ دار کی طرف کی ہے اور یقیناً بے ہوش شخص کی طرف تو ترک کی اضافت نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے روزے کو بعد میں بطور قضاء رکھنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرۃ: ۱۸۴] ''تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔''

(2) دوسری حالت یہ ہے کہ دن کے کسی حصے میں اسے ہوش آ جائے خواہ ایک لمحہ ہی۔ دن کے شروع میں یا پھر درمیان اور آخر میں ہوش آنا برابر ہے۔ امام نوویؒ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''صحیح قول یہی ہے کہ دن کے کسی حصے میں ہوش آنا شرط ہے۔'' یعنی بے ہوش ہونے والے شخص کا روزہ صحیح ہونے کے لیے دن کے کسی حصے میں ہوش میں آنا شرط ہے۔ اس کا روزہ صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب دن میں وہ کسی بھی وقت ہوش میں آ جائے تو اس کا روزہ توڑنے والی اشیاء سے رکنا بالجملہ ثابت ہو گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کوئی شخص پورا دن یعنی طلوع فجر سے غروب شمس تک ہی بے ہوش رہے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ قضا ہوگی۔ اور جب دن کے کسی بھی حصے میں اسے ہوش آ جائے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۲)

کیا بچے کو دودھ پلانے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟

شریعت اسلامیہ نے بچے کو دودھ پلانا روزہ توڑنے والی اشیاء میں شمار نہیں کیا لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کا روزہ دودھ پلانے کے باوجود جائز ہے اس سے اُس پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

کیا نکسیر آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟

(سعودی فتویٰ کمیٹی) اگر آپ کو نکسیر آ جائے تو آپ کا روزہ صحیح ہے۔ کیونکہ آپ کو نکسیر آئی تھی جس پر آپ کو کوئی اختیار نہیں۔ اس بنا پر اس کے آنے سے آپ کے روزے کو کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی وہ فاسد ہے۔ اس کے دلائل میں سے ایک تو یہ ہے کہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ: ۲۸۶] ''اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔'' اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾

---

(۱) [بخاری (۱۸۹۴) مسلم (۱۱۵۱)] (۲) [مزید دیکھیے: المجموع (۳۴۴/٤)]

[الحج : ۷۸] ”اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔“(۱)

کیا ٹیسٹ وغیرہ کے لیے خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) ٹیسٹ وغیرہ (کے لیے خون دینے) سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ یہ معاف ہے اس لیے کہ یہ ضرورت کی بنا پر حاصل کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی شرعاً یہ روزہ توڑنے والی اشیا کی جنس میں شامل ہے۔(۲)

ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں کہ خون نکلنے سے روزہ باطل نہیں ہوگا۔(۳)

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) ٹیسٹ کے لیے خون حاصل کرنے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ ڈاکٹر کو مریض کے خون کے مختلف ٹیسٹ کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ قلیل مقدار میں خون سینگی اور پچھنے کی طرح جسم پر اثر انداز نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلکہ روزہ اصل پر باقی رہے گا ہم اسے بغیر کسی شرعی دلیل کے فاسد نہیں کر سکتے۔(٤)

کیا دانتوں سے نکلنے والا خون روزہ توڑ دیتا ہے؟

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) وہ خون جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا ہے روزہ نہیں توڑتا خواہ خود بخود نکل آئے یا کسی انسان کے مارنے سے نکلے۔(٥)

کیا آنکھوں یا کانوں میں قطرے ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) اگرچہ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مطلق طور پر (آنکھوں میں ڈالنے والے) قطروں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(٦)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) صحیح بات یہ ہے کہ جس نے اپنی دونوں آنکھوں یا اپنے دونوں کانوں میں بطور دواء قطرے ڈالے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(۷)

کیا انگوٹھا چوسنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

انگوٹھا چوسنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ شریعت میں جن اشیاء کو روزہ توڑنے کے قابل قرار دیا گیا ہے یہ عمل ان میں سے نہیں۔

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة (۱۰/۲٦٤)]
(۲) [مجموع الفتاوی لابن باز (۱٥/۲۷٤)]
(۳) [فتاوی ابن باز مترجم (۱/۱۲۷)]
(٤) [فتاوی أركان الإسلام (ص/٤۷۸)]
(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة (۱۰/۲٦۷)]
(٦) [فتاوی إسلامية (۲/۱۲۹)]
(۷) [فتاوی إسلامية (۲/۱۲۹)]

باب قضاء الصيام — روزوں کی قضاء کا بیان

جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے اس کے لیے قضا دینا ضروری ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرة : ١٨٤] ''تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کرلے۔''

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصِّيَامِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ﴾ ''ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا اور نماز کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا۔'' (١)

واضح رہے کہ یہ ان روزوں کی بات ہے جو حالت حیض میں ان سے رہ جاتے تھے۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جس نے رمضان کے دن میں کسی عذر مثلاً مرض، سفر، حیض یا نفاس کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا اس پر اُن ایام کی قضاء دینا واجب ہے جن ایام کے اس نے روزے چھوڑے ہیں۔ (٢)

مسافر وغیرہ کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے

مسافر اور اس کی مثل دیگر افراد کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے لیکن اگر انہیں جان کی ہلاکت یا قتال میں کمزوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو افطار کرنا ضروری ہے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ﴾ ''اگر تم چاہو تو (سفر میں) روزہ رکھو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔'' (٣)

(2) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ حَتَّى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِيْنَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنِ رَوَاحَةَ﴾ ''ہم ماہ رمضان کے ایک سخت گرم دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ گرمی کا یہ عالم تھا کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے۔ اور اس سفر میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے۔'' (٤)

---

(١) [مسلم (٣٣٥) كتاب الحيض : باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، بخارى (٣٢١)]

(٢) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠/٣٣٣)]

(٣) [بخارى (١٩٤٣) كتاب الصوم : باب الصوم فى السفر والإفطار، موطا (١/٢٩٥) مسلم (١١٢١) أبو داود (٢٤٠٢) ترمذى (٧١١) نسائى (٤/١٨٧) ابن ماجة (١٦٦٢) شرح معانى الآثار (٢/٦٩) بيهقى (٤/٢٤٣)]

(٤) [بخارى (١٩٤٥) كتاب الصوم : باب، مسلم (١١٢٢) أبو داود (٢٤٠٩) ابن ماجة (١٦٦٣)]

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَ لَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ ﴾ ''ہم رسول اللہ کے ساتھ سفر کرتے تھے' نہ روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے پر عیب لگاتا اور نہ ہی روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے پر۔'' (۱)

(4) حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ﴿ هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ﴾ ''یہ (یعنی دوران سفر روزہ چھوڑنے کی اجازت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے جو اسے اختیار کر لے تو بہتر ہے اور جو شخص روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں۔'' (۲)

(5) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے روزے کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ تک سفر کیا۔ (راوی کہتا ہے کہ) ہم نے ایک جگہ پر پڑاؤ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَ الْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ ﴾ ''بلاشبہ تم دشمن کے قریب ہو لہٰذا روزہ چھوڑ دینا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات رخصت تھی یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے افطار کر لیا۔ پھر ہم نے ایک دوسری جگہ پر پڑاؤ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّكُمْ مُصْبِحُو عَدُوِّكُمْ وَ الْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا ﴾ ''بے شک تم صبح کو اپنے دشمن پر حملہ کرو گے اور تمہارے لیے روزہ چھوڑ دینا ہی زیادہ بہتر ہے لہٰذا تم روزہ چھوڑ دو۔'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات عزیمت (یعنی لازمی قابل عمل) تھی۔ پھر یقیناً یہ بات میرے مشاہدے کی ہے کہ اس سفر کے بعد بھی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔'' (۳)

معلوم ہوا کہ دوران سفر روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح درست ہے۔ علاوہ ازیں جس روایت میں مذکور ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے والوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أُولَـٰئِكَ الْعُصَاةُ ، أُولَـٰئِكَ الْعُصَاةُ ﴾ ''یہی لوگ نافرمان ہیں' یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (۴)

جمہور اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاص اُس دن روزہ کھولنے کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے کہا تھا۔ (۵)

---

(۱) [بخاری (۱۹٤۷) کتاب الصوم : باب لم یعب أصحاب النبی بعضهم بعضا فی الصوم والإفطار' مسلم (۱۱۱۸)]

(۲) [مسلم (۱۱۲۱) کتاب الصیام : باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر' أبو داود (۲٤۰۲)]

(۳) [مسلم (۱۱۲۰) کتاب الصیام : باب أجر المفطر فی السفر إذا تولی العمل' أبو داود (۲٤۰٦)]

(٤) [مسلم (۱۱۱٤) کتاب الصیام : باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان ......' ترمذی (۷۱۰) نسائی (۱۷۷/٤) شرح معانی الآثار (٦٥/۲) بیهقی (۲۳۱/٤) حمیدی (۱۲۸۹) شافعی (۲٦۸/۱)]

(٥) [سبل السلام (۸۸٦/۲)]

عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس (یعنی نافرمان) سے مراد ایسا شخص ہے جس پر روزہ گراں گزرے (پھر بھی وہ سفر میں روزہ رکھے)۔(۱)

مزید برآں ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ بے شک لوگوں کو روزے نے مشقت میں ڈال دیا ہے...... (اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ افطار کر لیا اور افطار نہ کرنے والوں کو نافرمان کہا)۔"(۲)

اور جس روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا ؟ فَقَالُوْا : صَائِمٌ ، فَقَالَ : لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر رکھا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔"(۳)

یہ ایسے شخص کے متعلق ہے جس پر سفر میں روزہ رکھنا مشکل و پر مشقت ہو اور وہ پھر بھی روزہ رکھے جیسا کہ اسی حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔ نیز جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ ﴿ صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ ﴾ "سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے والا حضر (یعنی حالتِ اقامت) میں روزہ چھوڑنے والے کی طرح ہے۔" وہ منکر اور ضعیف ہے۔(٤)

ثابت ہوا کہ دورانِ سفر روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح جائز و درست ہے۔ جمہور اسی کے قائل ہیں۔(٥)

البتہ امام داود ظاہری رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک سفر میں روزہ چھوڑنا واجب ہے اور روزہ رکھنے والے کا روزہ نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿ عَلَيْكُمْ بِرُخْصَةِ اللّٰهِ الَّتِيْ رَخَّصَ لَكُمْ فَاقْبَلُوْهَا ﴾ "اللہ تعالیٰ کی اس رخصت کو لازماً اختیار کرو اور اسے قبول کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اجازت دی ہے۔"(٦)

یاد رہے کہ یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جس پر دورانِ سفر روزہ رکھنا مشکل ہو جیسا کہ اسی روایت میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ایسے شخص کو دیا تھا جس پر سفر میں روزے (کی مشقت) کی وجہ سے ایک سایہ دار درخت

---

(۱) [تحفة الأحوذي (٤٥٣/٣)] (۲) [كما قال الحافظ في بلوغ المرام (٥٤٦)]

(۳) [بخاري (١٩٤٦) كتاب الصوم : باب قول النبي لمن ظلل عليه واشتد الحر ' مسلم (١١١٥) أبو داود (٢٤٠٧) نسائي (١٧٥/٤) طيالسي (٩١٠) بيهقي (٢٤٢/٤) احمد (٢٩٩/٣) دارمي (٩/٢)]

(٤) [الضعيفة (٤٩٨) ضعيف ابن ماجة (٤٩٨) كتاب الصيام : باب ماجاء في الإفطار في السفر ' ابن ماجة (١٦٦٦)]

(٥) [الروضة الندية (٥٤٩/١) نيل الأوطار (٢٠٠/٣)]

(٦) [صحيح : صحيح نسائي (٢١٣٢) كتاب الصيام ، إرواء الغليل (٥٣/٤) نسائي (٢٢٦٠)]

کے نیچے پانی کے چھینٹے مارے جا رہے تھے۔

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا چھوڑنا:

(جمہور، مالک، شافعی، ابوحنیفہ رحمہم اللہ) سفر میں جب مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور جب مشقت کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑنا افضل ہے۔

(احمد رحمہ اللہ) صرف روزہ چھوڑنا ہی ہر حال میں افضل ہے۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) مسافر کے لیے رمضان میں روزہ چھوڑنا اور رباعی نماز میں قصر کرنا جائز ہے اور (دوران سفر) روزہ رکھنے اور مکمل نماز پڑھنے سے یہی افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ثابت ہے کہ "بلا شبہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے اس کی (عطا کردہ) رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ اسے یہ پسند ہے کہ اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔" (۱)

(شوکانی رحمہ اللہ) جس پر روزہ رکھنا مشکل ہو یا جسے (سفر میں) روزہ نقصان دیتا ہو یا جو رخصت قبول کرنے سے اعراض کرتا ہو یا جسے دوران سفر روزہ رکھنے سے فخر وریاکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص پر روزہ چھوڑ دینا افضل ہے اور جو ان اشیاء سے مستغنی ہو اس کے حق میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ (۲)

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہیں ان میں کوئی بھی افضل نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں میں جو آسان ہو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔ (۳)

(راجح) امام شوکانی رحمہ اللہ وغیرہ کا مؤقف احادیث کے زیادہ قریب ہے۔

(عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔ (٤)

❑ (ابن قدامہ رحمہ اللہ) اہل علم کا اتفاق ہے کہ مریض کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔" (٥)

کیا مجاہدین فرض روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر کافروں سے جہاد کرنے والے لوگ ایسے مسافر ہوں جو نماز قصر کر سکتے ہیں تو ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور رمضان کے بعد ان پر قضا کے روزے رکھنا لازم ہے۔ لیکن اگر وہ مسافر نہیں مثلاً کفار نے ان کے شہر میں ان پر حملہ کر دیا ہے تو پھر جو ان میں سے جہاد کے ساتھ روزے کی استطاعت رکھتا ہوگا اس

(۱) [سبل السلام (۸۸٦/۲) بداية المجتهد (۱٦٥/۲) الفقه الإسلامي وأدلته (٦۱۱/۲) المجموع (۲٦۰/٦) الروض النضير (۱۳٤/۳) فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۰۰/۱۰)]

(۲) [نيل الأوطار (۲۰۱/۳)] (۳) [سبل السلام (۸۸٦/۲) تحفة الأحوذی (٤٥۳/۳)]

(٤) [تحفة الأحوذی (٤٥۳/۳)] (٥) [المغنى لابن قدامة (٤۰۳/٤)]

پر روزہ رکھنا واجب ہے اور جو جہاد کے ساتھ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہو گا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے اور پھر رمضان ختم ہونے کے بعد جتنے دن روزے چھوڑے ہیں اُتنے دن قضاء کے روزے رکھ لے۔(۱)

حاملہ اور مرضعہ کے روزے کا حکم

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں مسافر کی طرح ہی ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلَاةِ وَعَنِ الْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز اور حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون سے (صرف) روزہ ساقط کر دیا ہے۔''(۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر حاملہ عورت رمضان کے روزے کی وجہ سے اپنے نفس یا اپنے پیٹ کے بچے کے متعلق خائف ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس پر صرف قضاء ہے۔ اِس کی حالت اس معاملے میں مریض کی حالت کی طرح ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا یا اس کی وجہ سے اپنے نفس پر کسی نقصان سے خائف ہے...... اور اسی طرح دودھ پلانے والی جب اپنے نفس کے متعلق خائف ہو اگر رمضان میں اپنے بچے کو دودھ پلائے یا اپنے بچے کے متعلق خائف ہو کہ اگر وہ روزہ رکھ لے گی تو اسے دودھ نہیں پلا سکے گی تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس پر صرف قضاء لازم ہے۔(۳)

اگر مرنے والے پر قضا کے روزے ہوں

جو شخص ایسی حالت میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کا ولی (یعنی وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ﴾ ''اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے گا۔''(٤) مسند بزار کی جس روایت میں یہ لفظ زائد ہیں کہ ﴿إِنْ شَاءَ﴾ ''اگر چاہے (تو وارث روزے رکھے)۔'' وہ ضعیف ہے۔(٥)

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۱٤۱/۲)]

(۲) [حسن صحيح: صحيح أبو داود (۲۱۰۷) أحمد (۳٤۷/٤) أبو داود (۲۳۰۸) ترمذی (۷۱٥) نسائی (۱۸۰/٤) ابن ماجة (۱٦٦۷) ابن خزيمة (۲۰۳۲) عبد بن حميد (٤۳۱)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة (۲۲۰/۱۰)] (٤) [بخاری (۱۹٥۲) مسلم (۱۱٤۷)]

(٥) [ضعيف: التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲۳/۲) كشف الأستار (۱۰۲۳) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ [۱۷۹/۳] حافظ ابن حجرؒ نے ابن لہیعہ راوی کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (۱٥۷/٤)]

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے اپنی والدہ پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی لیکن وہ (میری والدہ) فوت ہو گئی۔ راوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے اجر ضرور ملے گا اور اس نے وہ لونڈی تجھ پر میراث کی صورت میں لوٹا دی ہے۔ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اس نے کہا کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''تو اس کی طرف سے حج کر لے۔''(۱)

امام بیہقی رحمہ اللہ ''خلافیات'' میں رقمطراز ہیں کہ یہ سنت ثابت ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ اہل حدیث کے درمیان اس مسئلے میں (کہ ولی روزے رکھے گا) کوئی اختلاف ہو۔(۲)

امام احمد اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک میت کی طرف سے صرف نذر کا روزہ ہی رکھا جا سکتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ بھی یہی مؤقف رکھتے ہیں۔

تاہم کچھ علما کی یہ رائے ہے کہ کسی صورت میں بھی میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔ بلکہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا چاہیے۔(۳)

ہمارے علم کے مطابق میت کی طرف سے میت کا ولی روزے رکھ سکتا ہے اور اس میں نیابت درست ہے کیونکہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔ جو لوگ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے قائل ہیں ان کی دلیل ضعیف روایت ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ أُطْعِمَ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا﴾ ''جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔''(٤)

امام نووی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔(٥)

---

(۱) [مسلم (۱۱٤۹) كتاب الصيام : باب قضاء الصيام عن الميت ' ابو داود (۲۸۷۷) ترمذی (٦٦۷)]

(۲) [فتح الباری (٤/٧٠٦) نيل الأوطار (٣/٢١٣)]

(۳) [الحاوی (۳/٤٥٢) المغنی (٤/٣٩٩) الأم (٢/١٤٤) بدائع الصنائع (٢/١٠٣) المبسوط (٣/٨٩) الكافی (ص/١٢٢) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (٣/٣٣٤) نيل الأوطار (٣/٢١٤)]

(٤) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (٣٨٩) كتاب الصيام ، ترمذی (٧١٨) ابن ماجة (١٧٥٧)]

(٥) [شرح مسلم للنووی (٤/٤٧٩)]

⇦ واضح رہے کہ " وعليه صيام " سے نفل نہیں بلکہ ایسے روزے مراد ہیں جو میت پر فرض ہوں مثلاً رمضان یا نذر وغیرہ کے روزے۔

میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھنے کا حکم

ورثاء کو چاہیے کہ میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھیں۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا ؟ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِيْهِ أَكَانَ يُؤَدِّيْ ذَالِكَ عَنْهَا ؟ قَالَتْ نَعَمْ ، قَالَ فَصُوْمِيْ عَنْ أُمِّكِ ﴾ ”رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا' اے اللہ کے رسول ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے نذر کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی ؟ اس نے کہا' ہاں' تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی طرف سے روزے بھی رکھو۔“

ایک روایت میں اس عبارت کے بعد یہ الفاظ زائد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى ﴾ ”اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ امْرَأَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ إِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرًا فَنَجَّاهَا اللّٰهُ فَلَمْ تَصُمْ حَتَّى مَاتَتْ فَجَاءَتْ ابْنَتُهَا أَوْ أُخْتُهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَهَا أَنْ تَصُوْمَ عَنْهَا ﴾ ”ایک عورت سمندر میں سوار ہوئی تو اس نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ ایک ماہ روزے رکھے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی لیکن وہ روزے رکھنے سے پہلے ہی وفات پا گئی۔ پھر اس کی بیٹی یا اس کی بہن رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اس (میت) کی طرف سے روزے رکھے۔“ (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ

---

(۱) [مسلم (۱۱٤۸) کتاب الصیام : باب قضاء الصوم عن المیت ' بخاری (۱۹۵۳) ابو داود (۳۳۰۸) ' (۳۳۱۰) ترمذی (۷۱٦) ' (۷۱۷) ابن ماجة (۱۷۵۸) ابن حبان (۳۵۷۰) ابن خزیمة (۲۰۵۳)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲۸۲۹) کتاب الأیمان والنذور : باب قضاء النذر عن المیت ' ابو داود (۳۳۰۸) ابن خزیمة (۲۰۵٤) احمد (۲۱٦/۱ ـ ۳۳۸) نسائی (۲۰۱۷)]

أُمِّی مَاتَتْ وَعَلَیْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِه فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اقْضِهِ عَنْهَا ﴾ ''بلاشبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے فتوی پوچھا اور کہا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے نذر تھی جسے اس نے پورا نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے پوری کردو۔''(۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) میت کی طرف سے نذر کے روزے اس کا ولی رکھے گا۔(۲)

ایسا بوڑھا شخص جو نہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ قضا دینے کی وہ کیا کرے؟

اُسے چاہیے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کر دے۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ رُخِّصَ لِلشَّیْخِ الْكَبِیْرِ أَنْ یُفْطِرَ وَ یُطْعِمَ عَنْ كُلِّ یَوْمٍ مِسْكِیْنًا وَلَا قَضَاءَ عَلَیْهِ ﴾ ''بڑی عمر کے بوڑھے کو روزہ چھوڑ دینے کی رخصت دی گئی ہے' وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اور اس پر قضا نہیں۔''(۳)

معلوم ہوا کہ بہت بوڑھا شخص جس کے متعلق یہ اُمید ہی نہ ہو کہ وہ دوبارہ قوی و مضبوط ہو جائے گا (اور اسی طرح ایسا مریض جو علاج سے مایوس ہو چکا ہو) ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے ہیں۔

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ﴾ [البقرة : ۱۸٤] تو جو شخص روزہ چھوڑنا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا حتی کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس نے اسے منسوخ کر دیا۔(٤)

(3) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح ہی مروی ہے لیکن اس میں یہ لفظ زائد ہیں کہ جب یہ آیت ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ﴾ [البقرة : ۱۷٥] نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کا روزہ مقیم تندرست شخص پر ثابت کر دیا جبکہ مریض اور مسافر کے لیے اس

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۸۲۸) كتاب الأيمان والنذور : باب قضاء النذر عن الميت ' ابو داود (۳۳۰۷)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (۳۹۹/٤)]

(۳) [صحیح : دار قطنى (۲۰٥/۲) حاكم (٤٠٤/۱)] امام دارقطنیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ صبحی حلاق نے شواہد کی وجہ سے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (١٤٥/٤)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۸۸۷/۲)]

(٤) [بخاری (٤٥٠٧) كتاب التفسير ، مسلم (١١٤٥) أبو داود (۲۳۱٥) ترمذى (۷۹۸)]

میں رخصت دے دی۔'' (۱)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ لَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَ الْمَرْأَةُ الْكَبِيْرَةُ لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَصُوْمَا فَيُطْعِمَانِ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا ﴾ ''یہ آیت ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ ایسے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لیے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں گے۔'' (۲)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب ان کے لیے روزہ باعث مشقت ہو جائے تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔......اسی طرح ایسا مریض جس کے تندرست ہونے کی امید نہ ہو وہ بھی روزہ چھوڑ دے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے کیونکہ وہ بھی بوڑھے مرد کے حکم میں ہی ہے۔(۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جو بڑی عمر کی وجہ سے رمضان کے روزوں سے عاجز آ جائے جیسے بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت' یا اس پر روزہ رکھنا شدید گراں ہو تو اس کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دے' نصف صاع (تقریباً سوا کلو) گندم یا کھجور یا چاول یا اس کی مثل جو بھی اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔ اور اسی طرح ایسا مریض وہ روزے سے عاجز ہو یا اس پر روزہ شدید مشقت کا باعث ہو اور اس کے تندرست ہونے کی بھی امید نہ ہو (تو وہ بھی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔(٤)

⇦ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔(٥)

⇦ مسکین کو کھانا کھلانے کے حکم میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک مسکین کو کھانا کھلانا ضروری ہے۔ جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ یہ عمل مستحب ہے۔(٦)

⇦ ایک روایت میں مسکین کو کھلائے جانے والے کھانے کی مقدار نصف صاع (تقریباً سوا کلو) گندم

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٧٨ ' ٤٧٩) كتاب الصلاة ، أحمد (٢٣٣/٥) أبو داود (٥٠٦ '٥٠٧)]

(۲) [بخاری (٤٥٠٥) كتاب التفسير: باب فمن شهد منكم الشهر فليصمه ' نسائی (١٩٠/٤) طبری (٨١/٢)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (٣٩٥/٤-٣٩٦)] (٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث (١٦٠/١٠)]

(٥) [دار قطنی (٢٠٧/٢) امام دار قطنیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(٦) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢٤٧/٢) بداية المجتهد (١٧٧/٢) قوانين الأحكام الشرعية (ص/١٤٣)]

مذکور ہے۔(۱)

⇦ امیر صنعانیؒ رقمطراز ہیں کہ حدیث میں موجود لفظ ''شیخ'' سے مراد ایسا شخص ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔(۲)

رمضان کی قضا پے درپے روزوں کے ساتھ یا الگ الگ؟

دونوں طرح درست ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(1) ﴿ لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى " فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ " [البقرة : ١٨٤] ﴾ ''(رمضان کی قضا مسلسل نہیں بلکہ) الگ الگ روزے رکھ کر دی جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلو (یہ نہیں فرمایا کہ پے درپے روزے رکھو)۔''(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ نَزَلَتْ " فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ " مُتَتَابِعَات فَسَقَطَتْ مُتَتَابِعَات ﴾ ''پہلے یہ آیت نازل ہوئی کہ قضاء روزے دوسرے دنوں میں پے درپے رکھے جائیں لیکن پھر پے درپے روزے رکھنے کا حکم ساقط ہو گیا۔''(٤)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی قضا کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا﴿ إِنْ شَاءَ فَرَّقَ وَإِنْ شَاءَ تَابَعَ ﴾ ''اگر چاہے تو الگ الگ روزے رکھ لے اور اگر کوئی چاہے تو مسلسل رکھ لے۔''(٥)

اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن قرآن کی مطلق آیت ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ اس بات کی متقاضی ہے کہ دونوں طرح قضا دینا درست ہے کیونکہ مقصود گنتی پوری کرنا ہے اور وہ دونوں طرح حاصل ہو جاتا ہے۔

جس روایت میں ہے کہ ﴿ مَنْ كَانَ عَلَيْهِ صَوْمٌ مِنْ رَمَضَانَ فَلْيَسْرِدْهُ وَلَا يَقْطَعْهُ ﴾ ''جس کے ذمے رمضان کے روزے ہوں وہ انہیں مسلسل رکھے علیحدہ علیحدہ نہ رکھے۔'' وہ ضعیف ہے۔(٦)

(ابن کثیر رحمہ اللہ) اس آیت ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کیا روزوں کی قضاء پے درپے واجب ہے یا الگ الگ بھی جائز ہے؟ اس مسئلے میں دو قول ہیں:

(1) پے درپے قضاء واجب ہے کیونکہ قضاء ادا کو ہی بیان کرتی ہے۔

---

(۱) [دار قطنی (۲۰۷/۲) امام دارقطنیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔] (۲) [سبل السلام (۸۹۰/۲)]

(۳) [بخاری تعليقا (قبل الحديث ۱۹۵۰) كتاب الصوم : باب متى يقضى قضاء رمضان]

(٤) [دارقطنی (۱۹۲/۲) بیهقی (۲۵۸/٤) امام دارقطنیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(٥) [ضعیف : تمام المنة (ص/٤٢٣) دار قطنی (۱۹۳/۲) ابن الجوزی (۹۹/۲)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[تلخيص الحبير (۳۹٤/۲)]

(٦) [ضعيف : تمام المنة (ص/٤٢٤) دار قطنی (۱۹۱/۲)]

(2) پے در پے قضاء واجب نہیں ہے بلکہ یہ محض اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ جمہور سلف وخلف کا یہی قول ہے اور دلائل اسی کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ پے در پے روزے رکھنا صرف ماہ رمضان میں واجب ہے اس ضرورت کی وجہ سے کہ اس کی ادائیگی اس مہینے میں ہی ہو البتہ ماہ رمضان کے اختتام پر صرف اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنے ایام کے روزے چھوڑے ہیں وہ تعداد پوری کر لی جائے (خواہ وقفے وقفے سے ہی روزے رکھ کر کی جائے)۔(۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) ماہ رمضان کی قضاء الگ الگ بھی کفایت کر جاتی ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ پے در پے قضاء دی جائے۔(۲)

(البانی رحمہ اللہ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ تو وقفے وقفے سے روزوں کی قضاء کے متعلق کوئی مرفوع حدیث ثابت ہے اور نہ ہی پے در پے روزوں کے متعلق لہٰذا کتاب وسنت کے زیادہ قریب یہی ہے کہ قضاء کے روزے پے در پے اور وقفے وقفے سے دونوں طرح درست ہیں۔(۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جن ایام کے روزے چھوڑے ہیں ان کی قضاء دینا واجب ہے خواہ الگ الگ روزے رکھ کر یا پے در پے۔(٤)

رمضان کی قضا تاخیر سے بھی درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ ﴾ ”میرے ذمے رمضان کے روزے ہوتے تو میں ماہ شعبان کے علاوہ (سارا سال) ان کی قضا دینے کی طاقت نہ رکھتی۔“(٥)

(شوکانی رحمہ اللہ) اس حدیث میں مطلقاً رمضان کی قضا تاخیر سے دینے کا جواز ہے قطع نظر اس سے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر کسی عذر کے۔(٦)

(البانی رحمہ اللہ) حق بات یہ ہے کہ اگر استطاعت ہو تو جلدی قضا دینا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ [آل عمران : ۱۳۳] ”اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو۔“(۷)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں (انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو طاقت نہ ہونے پر محمول کیا ہے)۔(۸)

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (تحت الآیة / ۱۸۵)]
(۲) [المغنی لابن قدامة (٤/٤٠٨)]
(۳) [إرواء الغلیل (٤/٩٧)]
(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة (١٠/٣٣٩)]
(٥) [بخاری (١٩٥٠) کتاب الصوم : باب متی یقضی قضاء رمضان ‘ مسلم (١١٤٦) أبو داود (٢٣٩٩)]
(٦) [نیل الأوطار (٣/٢١١)]
(٧) [تمام المنة (ص/٤٢١)]
(٨) [المحلی (٦/٢٦٠)]

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) شعبان تک رمضان کی قضاء کو مؤخر کرنا جائز ہے خواہ یہ تاخیر بغیر کسی عذر کے ہی ہو لیکن افضل یہ ہے کہ جلد از جلد قضاء کے روزے رکھ لیے جائیں۔(۱)

کیا جان بوجھ کر روزہ توڑنے والا قضا دے گا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ ﴿ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامَ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ ﴾ ''اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی قضاء) نہیں ہو سکتے۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر بلا عذر روزہ توڑ دینے والا شخص قضاء نہیں دے گا کیونکہ اسے قضاء دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اسے چاہیے کہ خلوص دل سے سچی توبہ کرے اور اپنا گناہ معاف کرائے۔

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) جان بوجھ کر بلا عذر روزہ توڑنے والا قضا نہیں دے گا۔(۳)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں اور مزید انہوں نے یہی مؤقف حضرت ابو بکر صدیق' حضرت عمر بن خطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی نقل کیا ہے۔(٤)

(البانی رحمہ اللہ) انہوں نے اسی مؤقف کو ظاہر قرار دیا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ لیکن رمضان میں ہم بستری کرنے والے کے متعلق صحیح ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قضا کا بھی حکم دیا۔(٥)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) رمضان کے روزے ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہیں اور جان بوجھ کر مکلف شخص کا روزے چھوڑ دینا بہت بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا مؤقف یہ ہے کہ ایسا شخص کافر و مرتد ہے اور اس پر خالص توبہ اور کثرت کے ساتھ اعمال صالحہ مثلاً نفلی عبادات وغیرہ کی ادائیگی واجب ہے۔ اور اس پر لازم ہے کہ دینی شعائر کی پابندی کرے مثلاً نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ اور علما کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر کوئی قضا نہیں کیونکہ اس کا جرم اس سے زیادہ بڑا ہے کہ قضا سے اس کے روزے کی کمی پوری ہو جائے۔(٦)

(مالک رحمہ اللہ) جو ماہ رمضان میں جان بوجھ کر کھا پی لے یا جماع کرلے اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔(۷)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳۳/۱۰)]
(۲) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ۱۹۳۵) كتاب الصوم : باب إذا جامع في رمضان]
(۳) [الاختيارات (ص/٦٥)]
(٤) [المحلى (۱۸۰/٦) ' (مسألة : ۷۳٥)]
(٥) [تمام المنة (ص/٤٢٥ ـ ٤٢٦)]
(٦) [فتاوى إسلامية (١٥٤/٢)]
(۷) [تفسير قرطبي (۳۱۷/۲)]

حائضہ اور نفاس والی عورت روزے نہ رکھے لیکن بعد میں قضا دے

کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ﴾ ''کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔'' (۱)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ كَانَ يُصِيبُنَا ذَالِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ ﴾ ''ہمیں یہ (حیض) آتا تھا تو ہمیں روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔'' (۲)

اسی طرح ابوالزناد نے بیان کیا ہے کہ ﴿ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ ﴾ ''حائضہ روزے تو قضاء کرے لیکن نماز کی قضاء نہ کرے۔'' (۳)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت ماہ رمضان میں روزے نہیں رکھے گی لیکن جب وہ حیض سے پاک ہو جائے گی تو اپنے روزے پورے کرے گی۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ دونوں رمضان میں روزہ چھوڑیں گی اور بعد میں قضاء دیں گی۔ اور اگر یہ روزہ رکھ بھی لیں تو انہیں روزہ کفایت نہیں کرے گا۔ (٤)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) ایام حیض کے دوران عورت نماز اور روزے سے پرہیز کرے گی۔ پھر جب طہر و پاکیزگی دیکھے گی تو اس پر غسل اور روزوں کی قضاء واجب ہو جائے گی۔ (٥)

حائضہ عورت پر روزوں کے حرام ہونے کی کیا حکمت ہے؟

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر من وعن عمل کرے' خواہ کسی حکم کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ... ﴾ [الأحزاب:٣٦] ''کسی مومن مرد و عورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی

(۱) [بخاری (۱۹۵۱) كتاب الصوم : باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(۲) [مسلم (۳۳۵) كتاب الحيض : باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة' بخاری (۳۲۱) كتاب الحيض : باب لا تقضى الحائض الصلاة' ابو داود (۲٦۲) ترمذی (۱۳۰)]

(۳) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۵۱) كتاب الصوم : باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٤/۳۹۷)] (٥) [فتاوى اللجنة الدائمة (۱۰/۱٥٦)]

میں پڑے گا۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ [النور: ۵۱] "جب اہل ایمان کو اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو ان کا قول یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

علاوہ ازیں ہر مومن کا یہ پختہ ایمان ویقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام احکامات خاص حکمت ومصلحت کے تحت ارشاد فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف اُسی کام کا حکم دیا ہے جس میں ان کا فائدہ ہے اور صرف اُسی کام سے روکا ہے جس میں ان کا نقصان ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کامل اور اکمل شریعت ہے۔ عقلیں جس چیز کو بھی معروف اور اچھا سمجھتی ہیں شریعت اسلامیہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور جس چیز کو بھی عقل منکر اور برائی سمجھتی ہے اس سے شریعت نے منع کر دیا ہے۔ کوئی بھی ایسا حکم نہیں دیا جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ یہ حکم کیوں دیا ہے اور کسی بھی ایسی چیز سے منع نہیں کیا گیا کہ جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ اس سے منع کیوں کیا گیا ہے۔(۱)

تاہم بعض اوقات حکم کی حکمت ہمیں معلوم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات معلوم نہیں ہوتی۔ حائضہ عورت پر روزے کی حرمت میں کیا حکمت ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا تو کہنا ہے کہ ہمیں اس کی حکمت کا علم نہیں۔ جیسا کہ امام الحرمین نے کہا کہ: اس کا روزہ صحیح نہ ہونے کے معنی کا ادراک نہیں کیا جا سکتا' اس لیے کہ روزے کے لیے طہارت وپاکیزگی شرط نہیں۔(۲)

بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حائضہ عورت پر رحم کرتے ہوئے اسے روزہ رکھنے سے روکا ہے۔ کیونکہ خون کے اخراج سے کمزوری ہو جاتی ہے' اور اگر وہ اس کے ساتھ روزہ بھی رکھے تو اس کے ساتھ اور بھی کمزوری ہو گی کیونکہ حیض اور روزہ دونوں کی کمزوری جمع ہو جائے گی جس بنا پر روزہ اسے اعتدال پر قائم نہیں رہنے دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے اسے نقصان پہنچے۔

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) ہم حیض کی حکمت اور اس کا قیاس کے مطابق ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یقیناً شریعت اسلامیہ ہر چیز میں عدل وانصاف لائی ہے اور عبادات میں اسراف ظلم وزیادتی ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے اور عبادات میں میانہ روی کا حکم دیا ہے۔ اسی لیے شارع علیہ السلام نے افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر کا حکم دیا ہے اور وصال (یعنی بغیر افطاری کے دوسرا روزہ رکھنا) سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ "افضل اور عادلانہ روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑتے

---

(۱) [البداية والنهاية (۷۹/۶)] (۲) [المجموع (۳۸۶/۲)]

تھے۔" لہٰذا عبادات میں عدل مقاصد شریعت میں سب سے بڑا مقصد ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [المائدة : ۸۷] "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حد سے تجاوز مت کرو' بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حلال اشیاء کو حرام قرار دینا زیادتی قرار دیا ہے جو کہ عدل کے بھی منافی ہے۔

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ﴾ [آل عمران : ۱۶۰۔۱۶۱] "یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر حلال کردہ پاکیزہ اشیاء کو حرام کر دیا اور ان کے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کے سبب' اور ان کے سود لینے کی وجہ سے' حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔"

جب وہ لوگ ظالم تھے تو اس وجہ سے ان پر بطور سزا پاکیزہ اشیاء بھی حرام کر دی گئیں' لیکن اس کے برعکس امت وسط اور امت عدل کے لیے پاکیزہ اشیاء کو حلال کیا گیا اور ان پر گندی اور خبیث اشیاء حرام قرار دی گئیں۔ اور جب معاملہ یہی ہے تو روزہ دار کو بھی مقوی اشیاء یعنی کھانے پینے سے منع کر دیا گیا' اور اسے ان اشیاء کے اخراج سے بھی منع کر دیا گیا جن کے اخراج سے کمزوری لاحق ہوتی ہے...... اور خارج ہونے والی اشیاء کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم تو ایسی ہے جس کے خروج سے بچنے کی طاقت ہی نہیں اور یا پھر وہ نقصان نہیں دیتی تو اس سے منع نہیں کیا گیا مثلاً دو گندی اشیاء یعنی بول و براز۔ کیونکہ ان کے خروج سے اسے کوئی ضرر و نقصان نہیں اور نہ ہی اس سے بچا جا سکتا ہے۔ اگر اس کے خروج کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ اس کے خروج میں ہی فائدہ ہے۔

اور اسی طرح اگر کسی کو خود بخود قے آ جائے تو اس سے بچنا مشکل ہے۔ اور اسی طرح نیند کی حالت میں احتلام سے بچنا بھی ممکن نہیں ہے۔ الا کہ قے عمداً اور جان بوجھ کر کرے کیونکہ قے ایسے مادے کو خارج کرتی ہے جس سے غذا حاصل ہوتی ہے یعنی کھانا پینا وغیرہ۔ اور اسی طرح مشت زنی جس میں شہوت شامل ہوتی ہے......۔

اور حیض میں آنے والے خون میں خون کا اخراج ہے۔ اور پھر حائضہ عورت کے لیے ممکن ہے کہ وہ حیض کے علاوہ کسی اور وقت جب اسے خون نہ آتا ہو تب روزے رکھ لے کیونکہ ایسی حالت میں اس کے لیے روزہ رکھنا اعتدال پسندی ہوگی کیونکہ اس حالت میں خون نہیں نکلتا جو بدن کو قوت دینے والا مادہ ہے۔

دوران حیض روزہ رکھنا کہ جب اس کا خون خارج ہوتا ہے جو بدن کو تقویت دینے کا باعث ہے' جس کے اخراج سے بدن کو نقصان اور کمزوری ہوتی ہے' اور جس کی وجہ سے روزہ اعتدال کی حالت سے نکل جائے گا۔ اس لیے عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ حالت حیض کے علاوہ دوسرے اوقات میں روزہ رکھے۔(۱)

نفلی روزوں کی قضا ادا کرنا ضروری نہیں

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ''فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب آ کر بیٹھ گئیں اور اُم ہانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب۔ پھر ایک لونڈی ایک برتن لے کر آئی' اس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ اس نے وہ برتن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کو پکڑا دیا' انہوں نے بھی اس سے پیا۔ اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! یقیناً میں نے روزہ توڑ دیا' اور میرا تو روزہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ کیا تم کسی روزے کی قضاء دے رہی تھی؟ اس نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا ﴾ اگر یہ نفلی روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔''(۲)

(جمہور علما) اگر نفلی روزہ رکھنے والا روزہ توڑ دے تو اس پر کوئی قضاء نہیں البتہ اگر وہ اپنی مرضی سے روزہ رکھنا چاہے تو اس پر کوئی حرج نہیں (ان کی دلیل مذکورہ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے)۔

البتہ کچھ علما کی رائے یہ ہے کہ نفلی روزہ توڑنے والے پر بھی قضا لازم ہے۔(۳)

ان حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا۔ دوران روزہ ان کے سامنے کوئی کھانے کی چیز پیش کی گئی تو ان کا دل چاہا اور انہوں نے اسے کھا لیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ﴿ اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ ﴾ ''اس کی جگہ دوسرے دن روزے کی قضاء دو۔'' لیکن یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ ضعیف ہونے کی بنا پر قابل حجت نہیں۔(۴)

لہٰذا جمہور علما کا موقف ہی راجح ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ بیان

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۲۳٤/۲۵)]

(۲) [**صحیح**: صحیح ابو داود (۲۱٤۵) کتاب الصیام، ابو داود (۲٤۵٦) ترمذی (۷۳۱) احمد (۳٤۱/٦)]

(۳) [تحفة الأحوذی (٤۹۱/۳) نیل الأوطار (۲٤۲/۳) الأم (۱٤۱/۲) الحاوی (٤۹۸/۳) المبسوط (۷۸/۳) بدائع الصنائع (۹٤/۲) بدایة المجتهد (۲۱٦/۱) الکافی لابن عبد البر (ص/۱۲۹)]

(٤) [**ضعیف**: ضعیف ترمذی (۱۱۸) کتاب الصوم: باب ما جاء فی إیجاب القضاء علیه' ترمذی (۷۳۵) ابو داود (۲٤۵۷) امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[معالم السنن (۱۳۵/۲)]

کرتے ہیں ﴿ صَنَعْتُ لِلنَّبِیِّ ﷺ طَعَامًا فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ رَجُلٌ أَنَا صَائِمٌ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: دَعَاكَ أَخُوْكَ وَتَكَلَّفَ لَكَ أَفْطِرْ فَصُمْ مَكَانَهُ اِنْ شِئْتَ ﴾ ''میں نے نبی کریم ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب کھانا رکھ دیا گیا تو ایک آدمی نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تیرے بھائی نے تجھے دعوت دی ہے اور تیرے لیے تکلف کیا ہے (لہٰذا) تم روزہ توڑ دو اور اس کی جگہ اگر چاہو تو روزہ رکھ لینا۔'' (۱)

(ابن حجر رحمہ اللہ) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ (نفلی روزہ توڑ کر اس کی قضاء دینا) واجب نہیں۔(۲)

(شوکانی رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) نفلی روزہ رکھنے والا اگر روزہ چھوڑ دے تو اس پر کوئی قضا نہیں لیکن اگر وہ قضا دیتا ہے تو بہتر ہے۔(٤)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) نفلی روزے کی قضا دینا ضروری نہیں۔(٥)

اگر کوئی کافر ماہ رمضان میں مسلمان ہو

تو اس پر قبول اسلام سے قبل گزرے ہوئے روزوں کی قضا دینا ضروری نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ جتنے روزے باقی ہیں وہی رکھ لے۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ البتہ جس دن وہ مسلمان ہوا ہے اس دن کھانے پینے سے رکا رہے اور پھر اس دن کی قضا دے۔

البتہ امام مالک اور امام ابن منذر رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر اُس دن کی قضا بھی ضروری نہیں۔(٦)

اکیلے جمعہ کے روز فرض روزے کی قضا کا کیا حکم ہے؟

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ جمعہ کے دن رمضان کے کسی روزے کی قضا دے خواہ وہ صرف اکیلا جمعہ کا ہی روزہ رکھے۔(٧)

---

(۱) [بیھقی فی السنن الکبری (۲۷۹/٤) کتاب الصیام : باب التخییر فی القضاء إن کان صومه تطوعا ' مختصر الخلافیات (۸۷/۳ ـ ۸۹) مجمع الزوائد (٥٦/٤) حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[فتح الباری (۲٤۷/٤)]

(۲) [فتح الباری (۲٤۷/٤)] (۳) [نیل الأوطار (۲٤۲/۳)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٤۱۰/٤)] (٥) [فتاوی اللجنة الدائمة (٤۰۳/۱۰)]

(٦) [مزید دیکھیے : المغنی لابن قدامه (٤۱٤/٤ـ٤۱٥)] (۷) [فتاوی اللجنة الدائمة (۳٤۷/۱۰)]

باب صوم التطوع نفلی روزے کا بیان

شوال کے چھ روزے

(1) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّال فَذَاكَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ ﴾ ''جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو یہ عمل سارا سال (روزے رکھنے) کی مانند ہوگا۔'' (۱)

سارے سال کے روزوں کی مانند اس لیے کہا گیا ہے کہ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے لہٰذا رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر ہوئے اور چھ شوال کے دو ماہ کے برابر ہوئے جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" ﴾ ''جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ پورے سال (کے روزوں) کی طرح ہوں گے۔ (کیونکہ) جس نے ایک نیکی کی اس کے لیے اس کی مثل دس گنا اجر ہوگا۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ ماہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔ یہی اکثر علما کی رائے ہے۔ (۳)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) کثیر اہل علم کے نزدیک ماہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔ (٤)

کیا شوال کے چھ روزے رمضان کے فوراً بعد رکھنا ضروری ہے؟

یاد رہے کہ یہ چھ روزے شوال کی ابتداء میں، درمیان میں، آخر میں اور پے در پے یا الگ الگ ہر طرح جائز اور درست ہیں کیونکہ ان تمام اشیاء کی تعیین شارع علیہ السلام نے نہیں کی۔

(نووی رحمہ اللہ) ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ یہ چھ روزے عید الفطر کے بعد پے در پے رکھے جائیں لیکن اگر کوئی وقفے وقفے سے یہ روزے رکھے یا انہیں ماہ شوال کی ابتداء سے آخر تک مؤخر کر دے تو اسے بھی

---

(۱) [مسلم (۱۱٦٤) كتاب الصيام، أبو داود (۲٤۳۳) ابن ماجة (۱۷۱٦) ترمذی (۷٥٦)]

(۲) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۳۹۲) كتاب الصيام: باب صيام ستة أيام من شوال، ابن ماجة (۱۷۱٥)]

(۳) [نيل الأوطار (۲۱٦/۳) تحفة الفقهاء (٥۲٥/۱) حاشية ابن عابدين (٤۳٥/۲) الكافی (۳٥/۱) (ص/۲۱) نهاية المحتاج (۲۰۸/۳) روضة الطالبين (۳۸۷/۲)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٤۳۸/٤)]

پے در پے روزے رکھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔(۱)

(صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ) میں کہتا ہوں کہ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ماہ شوال کے چھ روزے کفایت کر جاتے ہیں خواہ شوال کی ابتداء میں رکھے جائیں یا اس کے درمیان میں رکھے جائیں یا اس کے آخر میں رکھے جائیں۔(۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) عیدالفطر کے متصل بعد شوال کے چھ روزے رکھنا لازم نہیں بلکہ عید کے ایک روز بعد یا کچھ ایام کے بعد' پے در پے یا الگ الگ حسب سہولت ماہ شوال میں رکھے جا سکتے ہیں۔اس مسئلے میں حکم وسیع ہے اور یہ روزے فرض نہیں ہیں بلکہ سنت ہیں۔(۳)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) شوال کے چھ روزے سنت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور یہ روزے پے در پے اور الگ الگ ہر طرح جائز ہیں۔(٤)

ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے اور ہر ماہ کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ

(1) حضرت ہنیدہ بن خالد سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات میں سے ایک نے بیان کیا ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ تِسْعَ ذِي الْحَجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَ الْخَمِيْسَيْنِ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحجہ کے پہلے نو روزے' یوم عاشوراء کا روزہ اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا کرتے تھے' تین دن کے روزے ہر ماہ کی ابتدائی سوموار اور پہلی دو جمعراتوں کے روزے ہیں۔''(٥)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ ، يَعْنِي : أَيَّامَ الْعَشْرِ ، قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؟ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ مِنْ ذَالِكَ ﴾ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں' یعنی عشرہ ذوالحجہ کے دنوں' کے نیک عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔(سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔''(٦)

یقیناً نیک اعمال میں روزہ بھی شامل ہے لہٰذا اگر کوئی ان نو دنوں میں روزے رکھتا ہے تو اسے باقی دنوں کے

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۵٦/۸)] (۲) [الروضة الندية (۵۵۵/۱)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة (۳۹۱/۱۰)] (٤) [فتاوی إسلامية (١٦٥/٢)]

(٥) [**صحيح** : صحيح ابو داود (۲۱۲۹) كتاب الصيام : باب فی صوم العشر' ابو داود (۲٤۳۷)]

(٦) [بخاری (۹٦۹) كتاب العيدين : باب فضل العمل فی أيام التشريق' أبو داود (۲٤۳۸) ترمذی (۷۵۷)]

روزوں سے زیادہ اجر ملے گا۔

عشرہ ذوالحجہ افضل ہے یا رمضان کا آخری عشرہ؟

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کسی نے سوال کیا کہ عشرہ ذوالحجہ اور ماہ رمضان کے آخری عشرے میں سے کون سا افضل ہے؟ تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ''ذوالحجہ کے (ابتدائی) دس دن رمضان کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان کی آخری دس راتیں ذوالحجہ کی (ابتدائی) دس راتوں سے افضل ہیں۔(۱)

(ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ) اگر کوئی صاحب دانش اس جواب پر غور وفکر کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ جواب نہایت کافی و شافی ہے۔کیونکہ عشرہ ذوالحجہ کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو جس قدر نیک عمل محبوب ہے اس قدر اور دنوں میں محبوب نہیں۔اور اس عشرے میں یوم عرفہ' یوم نحر اور یوم ترویہ (یعنی ایام حج) بھی ہیں۔

اور رمضان کی آخری راتیں جاگنے کی راتیں ہیں جن میں مکمل طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگا کرتے تھے۔اور اس عشرے کی راتوں میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔لہٰذا جس نے بھی اس تفصیل کے بغیر جواب دیا اس کے لیے ممکن نہیں ہے کہ کسی صحیح دلیل کے ذریعے اسے ثابت کر سکے۔(۲)

یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نو تاریخ کا روزہ

(1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سَنَتَيْنِ مَاضِيَةً وَ مُسْتَقْبِلَةً ﴾ ''عرفہ کے دن (یعنی نو ذوالحجہ) کا روزہ دو سال' ایک گذشتہ اور ایک آئندہ' کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''(۳)

(2) سنن ابی داود کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ تِسْعَ ذِي الْحَجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو ذوالحجہ' یوم عاشوراء اور ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے۔''(٤)

حاجیوں کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ

میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ مکروہ ہے۔(٥)

(1) حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ

---

(۱) [مجموع الفتاوى (٢٥/٢٨٧)] (٢) [كما في الموسوعة الفقهية الميسرة (٣/٢٥٦)]

(٣) [أحمد (٥/٢٩٦) مسلم (١١٦٢) أبو داود (٢٣٢٥) ابن ماجة (١٧٣٠) ترمذی (٧٤٦)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٢١٢٩) كتاب الصوم : باب في صوم العشر' (٢٤٣٧)]

(٥) [نيل الأوطار (٣/٢١٩)]

النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ ﴾ ''ان کے ہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے' آپ نے دودھ پی لیا۔'' (١)

(2) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّاسَ شَكُّوا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ ﴾ ''عرفہ کے دن کچھ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفات میں وقوف فرماتے تھے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔'' (٢)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (٣)

(جمہور) میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اکثر اہل علم میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ (٤)

(شوکانی رحمہ اللہ) یوم عرفہ کا روزہ حاجیوں کے لیے میدان عرفات میں مکروہ ہے۔ (٥)

اس کی علت وحکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ میدان عرفات میں روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر وہاں دعا' ذکر اور دیگر حاجیوں کے افعال سرانجام دینے سے عاجز آ سکتا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر انسان دعا وغیرہ سے کمزوری وعجز محسوس نہیں کرتا تو روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (٦)

---

(١) [بخاری (١٩٨٨) کتاب الصوم : باب صوم یوم عرفة ' مسلم (١١٢٣) ابو داود (٢٤٤١) ترمذی (٧٥٠)]

(٢) [بخاری (١٩٨٩) کتاب الصوم : باب صوم یوم عرفة ' مسلم (١١٢٣) ابن حبان (٣٦٠٦)]

(٣) [أبو داود (٢٤٤٠) أحمد (٣٠٤/٢) ابن ماجة (١٧٣٢) شرح معانی الآثار (٧٢/٢) مشکل الآثار (١١٢/٤) حاکم (٤٣٤/١) بیهقی (٢٨٤/٤)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (٩٠٧/٢) امام حاکمؒ نے اس روایت کو بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ تاہم شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ الضعیفة (٤٠٤)]

(٤) [المغنی (٤٤٤/٤)]

(٥) [نیل الأوطار (٢١٩/٣)]

(٦) [نیل الأوطار (٢١٩/٣) المغنی (٤٤٤/٤)]

ماہ محرم کے روزے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ أَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ : أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ تعالیٰ کے ماہ محرم کے روزے ہیں۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ ماہ محرم کے روزے نہایت فضیلت والے ہیں لہٰذا اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھنے چاہیں البتہ یوم عاشورا (دس محرم) کا روزہ ان میں سب سے زیادہ مؤکد ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَ أَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ قَالَ : مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ ﴾ ''یوم عاشوراء ایسا دن ہے کہ جاہلیت میں قریش اس کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہ روزہ خود بھی رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان فرض کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔'' (۲)

یوم عاشوراء کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کے روزے کے عوض گذشتہ سال کے گناہ معاف فرما دیں گے۔'' (۳)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) یوم عاشوراء کا روزہ مستحب ہے۔ (٤)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی، شیخ ابن باز رحمہ اللہ) انہوں نے یہی فتویٰ دیا ہے۔ (٥)

---

(۱) [مسلم (۱۱٦۳) كتاب الصيام : باب فضل صوم المحرم' أبو داود (۲٤۲۹) ترمذى (۷٤۰) ابن ماجة (۱۷٤۲)]

(۲) [أحمد (۲۹/٦) بخارى (۱٥۹۲) كتاب الحج : باب قول الله تعالى : جعل الله الكعبة ...... ' مسلم (۱۱۲٥) أبوداود (۲٤٤۲) ترمذى (۷٥۳) ابن ماجة (۱۷۳۳) مؤطا (۲۹۹/۱) حميدى (۲۰۰)]

(۳) [مسلم (۱۱٦۲) كتاب الصيام : باب استحباب صيام ثلثة أيام من كل شهر......' أبو داود (۲۳۲٥) ابن ماجة (۱۷۳۰) ترمذى (۷٤٦) عبد الرزاق (۸۷۲٦) بيهقى (۲۸٦/٤) احمد (۲۹٦/٥)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٤٤٠/٤)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة (٤٠٠/١٠) فتاوى إسلامية (۱۷۰/۲)]

یوم عاشورا کے روزے کی ابتدا اور مقصد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ مَا هٰذَا ؟ قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسٰى قَالَ فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَ أَمَرَ بِصِيَامِهِ ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے کہا یہ ایک اچھا دن ہے۔ اس میں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی اس لیے موسی علیہ السلام نے یہ روزہ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر موسی علیہ السلام کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔'' (۱)

یوم عاشورا کا روزہ دس محرم کو یا نو کو؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا تو لوگوں نے کہا یقیناً یہود و نصاری اس دن کی تعظیم کرتے ہیں (اس لیے روزہ رکھتے ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴾ ''آئندہ سال انشاء اللہ ہم نو محرم کا روزہ رکھیں گے۔ لیکن آئندہ سال (اس دن) سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔'' (۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ لَئِنْ بَقِيْتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ ﴾ ''اگر میں آئندہ سال تک باقی رہا (یعنی زندہ رہا) تو ضرور نو محرم کا روزہ رکھوں گا۔'' (۳)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم کا روزہ رکھتے تھے پھر آپ نے نو محرم کو یہ روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ لہٰذا یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہی ہوا۔

(جمہور) یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہی ہے۔ حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری، امام مالک، امام احمد، امام اسحاق رحمہم اللہ اور دیگر بیشتر علماء اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) یوم عاشوراء سے مراد نو محرم ہے۔ (٥)

---

(١) [بخاري (٢٠٠٤) كتاب الصوم : باب صوم يوم عاشورا ' مسلم (١١٣٠) أحمد (٢٩١/١) أبو داود (٣٤٤٤) ابن ماجة (١٧٣٤) حميدي (٥١٥) عبد الرزاق (٧٨٤٣) بيهقي (٢٧٦/٤)]

(٢) [مسلم (١١٣٤) كتاب الصيام : باب أي يوم الصيام في عاشورا ' أبو داود (٢٤٤٥) ابن ماجة (٥٨٠٩)]

(٣) [مسلم (١١٣٤) أيضا ' ابن ماجة (١٧٣٦) عبد بن حميد (٦٧١)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٢٤/٣)] (٥) [مسلم (١١٣٣)]

ایک روایت میں ہے کہ ﴿ صُوْمُوْا التَّاسِعَ وَ الْعَاشِرَ وَ خَالِفُوْا الْيَهُوْدَ ﴾ ''نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔''(۱) اس روایت کی وجہ سے امام شوکانی ؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ نو محرم کا بھی روزہ رکھ لے۔(۲)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یوم عاشوراء کا روزہ رکھ کے یہود کی مخالفت کرو ﴿ وَصُوْمُوْا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا ﴾ ''اور اس سے پہلے ایک دن (یعنی نو محرم) یا اس کے بعد ایک دن (یعنی گیارہ محرم) کا روزہ رکھو۔'' وہ ضعیف ہے۔(۳)

(راجح) زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ نو اور دس محرم دونوں کا روزہ رکھا جائے جیسا کہ گذشتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح موقوف روایت میں موجود ہے لیکن اگر کوئی صرف نو محرم کا روزہ رکھنا چاہے تو درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

(ابن حجر رحمہ اللہ) بعض اہل علم کے بقول صحیح مسلم میں مروی حدیث ''کہ آئندہ سال میں زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ ضرور رکھوں گا'' کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ یوم عاشورا کے روزے کے لیے دس کی بجائے نو کا روزہ مقرر کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ دس کے ساتھ نو کا روزہ بھی مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ مگر آپ ﷺ کسی صورت کو متعین کرنے سے پہلے وفات پا گئے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ نو اور دس دونوں کا روزہ رکھا جائے۔(٤)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر کوئی صرف ایک دن یوم عاشوراء کا روزہ رکھ لے تو یہ جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن روزہ رکھا جائے۔(٥)

یوم عاشوراء میں کھانے پکانا' خوشی کا اظہار کرنا یا ماتم وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) ان سے کسی نے یہ فتویٰ پوچھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا ''اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ سے۔ اور نہ مسلمان ائمہ میں سے کسی نے اسے مستحب کہا ہے اور نہ ہی

---

(۱) [بیهقی فی معرفة السنن والآثار (۸۹٦٦)' (۳۵۰/٦) الفتح الربانی (۱۸۹/۱) طحاوی (۷۸/۲) عبدالرزاق (۷۸۳۹) شیخ احمد عبدالرحمٰن البناء نے اس موقوف روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [السیل الجرار (۱٤۸/۲)]

(۳) [أحمد (۲٤۱/۱) ابن خزیمة (۲۰۹۵) الکامل (۹۵٦/۳) السنن الکبری للبیهقی (۲۸۷/٤) اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ اور داود بن علی دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

(٤) [فتح الباری (۷۷۳/٤)] (٥) [فتاوی اللجنة الدائمة (٤۰۱/۱۰)]

ائمہ اربعہ وغیرہ نے۔ اور نہ قابل اعتماد اہل کتب نے اس کے متعلق کچھ روایت کیا ہے' نہ نبی کریم ﷺ سے' نہ صحابہ سے اور نہ ہی تابعین سے۔ نہ کوئی صحیح حدیث اور نہ ہی کوئی ضعیف حدیث۔ نہ صحیح کی کتب میں' نہ سنن میں اور نہ ہی مسانید میں۔ ان باتوں میں سے کچھ بھی بہتر زمانوں میں موجود نہیں تھا۔ اور لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک جھوٹی اور من گھڑت روایت میں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ ﴾ ''جس نے عاشوراء یعنی دس محرم کے روز اپنے گھر والوں پر فراخی کی اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال فراخی کریں گے۔'' (۱)

ماہ شعبان کے روزے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ فِيْ شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِيْ شَعْبَانَ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نفل روزے رکھتے تھے تو ہم آپس میں کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ کسی مہینے میں آپ ﷺ نے شعبان سے زیادہ روزے رکھے ہوں۔'' (۲)

(2) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے آپ ماہ شعبان میں رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ذَاكَ شَهْرٌ تَغْفُلُ النَّاسُ فِيْهِ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبَ وَرَمَضَانَ ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ ﴾ ''یہ رجب اور رمضان کے درمیان والا مہینہ ایسا ہے کہ لوگ اس میں اس سے غافل ہیں' حالانکہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔'' (۳)

(3) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَصُوْمُ مِنَ السَّنَةِ شَهْرًا تَامًّا إِلَّا شَعْبَانَ يَصِلُ بِهِ رَمَضَانَ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ شعبان' جس کے ساتھ رمضان متصل ہوتا ہے' کے سوا سال کے کسی مہینے کے مکمل (دنوں میں) روزے نہیں رکھتے تھے۔'' (٤)

---

(۱) [مجموع الفتاوی (۲۹۹/۲۵)]

(۲) [بخاری (۱۹۶۹) کتاب الصیام : باب صوم شعبان ' مسلم (۱۱۵٦) ابو داود (۲٤۳٤) ترمذی (۷٦۸)]

(۳) [**صحیح** : صحیح نسائی (۲۲۲۱) کتاب الصیام : باب صوم النبی ﷺ بأبی هو وأمی ' نسائی (۲۳۵۹)]

(٤) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۲۰٤۸) أبو داود (۲۳۳٦) ترمذی (۷۳٦) ابن ماجة (۱٦٤۸)]

⇦ جس روایت میں ہے ''رمضان کے بعد سب سے افضل روزے شعبان کے ہیں۔'' وہ ضعیف ہے۔(۱)

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا ممنوع ہے

جس شخص کی پہلے سے روزے رکھنے کی عادت نہیں ہے وہ نصف شعبان کے بعد روزے نہ رکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿ إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا ﴾ ''جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔''(۲)

سوموار اور جمعرات کا روزہ

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَحَرَّى صِيَامَ الْاِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيْسِ ﴾ ''نبی ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔''(۳)

(2) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيْسِ وَسُئِلَ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ : اِنَّ أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيْسِ ﴾ ''نبی ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے ان دنوں کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال (اللہ کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں۔''(٤)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ كُلَّ اثْنَيْنِ وَ خَمِيْسٍ فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِيْ وَ أَنَا صَائِمٌ ﴾ ''ہر سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزہ دار ہوں۔''(٥)

(4) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ ؟ فَقَالَ : ذَالِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ ﴾ ''نبی ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسا دن ہے کہ جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھ پر نزول قرآن (شروع) ہوا۔''(٦)

---

(۱) [**ضعیف** : ضعیف ترمذی (۱۰٤) کتاب الزکاۃ : باب ماجاء فی فضل الصدقة ' ترمذی (٦٦٣)]

(۲) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۲۰٤۹) کتاب الصوم : باب فی کراهية فی ذلك ' أبو داود (۲۳۳۷) ترمذی (۷۳۸)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱٤۱٤) ترمذی (۷٤٥) ابن حبان (۳٦٤۳) ابن خزیمة (۲۱۱٦)]

(٤) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۲۱۲۸) کتاب الصوم : باب فی صوم الإثنین والخمیس ' أبو داود (۲٤۳٦)]

(٥) [**صحیح** : صحیح ترمذی (٥۹٦) کتاب الصوم ، ترمذی (۷٤۷) ابن ماجة (۱۷٤۰)]

(٦) [أحمد (۲۹٦/٥) مسلم (۱۱٦۲) کتاب الصیام : باب استحباب ثلاثة أیام من كل شهر ...... ' أبو داود (۲٤۲٦) نسائی (۲۰۷/٤) ابن خزیمة (۲۱۱۷) ابن حبان (۳٦٤۲) بیهقی (۲۸٦/٤)]

(5) سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار اور جمعرات کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿إِنَّ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيْسِ يَغْفِرُ اللّٰهُ فِيْهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ إِلَّا مُهْتَجِرَيْنِ يَقُوْلُ دَعْهُمَا حَتَّى يَصْطَلِحَا﴾ ''بلاشبہ سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتے ہیں مگر ان دو افراد کو نہیں بخشتے جو کسی معاملے پر ایک دوسرے سے قطع تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دو حتی کہ یہ صلح کر لیں۔'' (۱)

(شوکانی رحمہ اللہ) باب کی احادیث سوموار اور جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (۲)

ایام بیض کے روزے

(1) حضرت ملحان قیسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَصُوْمَ الْبِيْضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ وَ خَمْسَ عَشْرَةَ قَالَ وَقَالَ هُنَّ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ﴾ ''رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہیں۔'' (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُفْطِرُ أَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ﴾ ''رسول اللہ ﷺ ایام بیض کے روزے نہ تو حضر میں چھوڑتے تھے اور نہ سفر میں۔'' (٤)

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ يَعْنِيْ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ﴾ ''رسول اللہ ﷺ ہر ماہ کے تین روشن ایام (یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) میں روزہ رکھا کرتے تھے۔'' (٥)

(4) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَا أَبَا ذَرٍّ! إِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ وَ خَمْسَ عَشْرَةَ﴾ ''اے ابوذر! جب تو مہینے میں تین

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱٤۱٥) کتاب الصیام : باب صیام یوم الاثنین والخمیس ' ابن ماجة (۱۷٤۰) حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۳۱/۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۲۹/۳)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۱۳۹) کتاب الصوم : باب فی صوم الثلاث من کل شهر ' أبو داود (۲٤٤۹) مسلم (۱۱٦۲) نسائی (۲٤۳۲) ابن ماجة (۱۷۰۷)]

(٤) [حسن : الصحیحة (٥۸۰) هدایة الرواة (۳٤۷/۲) نسائی (۲۳٤۷) کتاب الصوم : باب صوم النبی ﷺ بأبی هو وأمی وذکر اختلاف الناقلین ' طبرانی کبیر (۱۲۳۲۰) الضیاء المقدسی فی المختارة (۱۰۰)]

(٥) [حسن : صحیح ابو داود (۲۱٤۰) کتاب الصیام : باب فی صوم الثلاث من کل شهر ' ابو داود (۲٤٥۰) نسائی (۲۰٤/٤) ترمذی (۷٤۲) وفی الشمائل (۳۰٤) احمد (٤٠٦/١) ابن خزیمة (۲۱۲۹)]

روزے رکھے تو (چاند کی) تیرہ' چودہ اور پندرہ (تاریخ کو) روزے رکھ۔" (۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ بِثَلَاثٍ : صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى وَأَُوْتِرُ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ ﴾ "میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین وصیتیں فرمائی تھیں: کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھ لیا کروں' نماز چاشت کی دو رکعتیں ادا کیا کروں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔" (۲)

(6) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ صَامَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَذَالِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذَالِكَ فِيْ كِتَابِهِ " مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا " [الأنعام : ١٦٠] اَلْيَوْمُ بِعَشَرَةِ أَيَّامٍ ﴾ "جس نے ہر ماہ تین روزے رکھے تو یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے کہ "جو ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس کے دس گنا اجر ہوگا۔" یعنی ایک دن دس دنوں کے برابر ہے۔" (۳)

* ایام بیض کا معنی شارع علیہ السلام نے خود ہی متعین فرما دیا ہے یعنی ہر ماہ چاند کی تیرہ' چودہ' اور پندرہ تاریخ کے دن۔

(جمہور علما) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) ایام بیض جن میں روزے رکھنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی ہے وہ (چاند کی) تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔ ہر ماہ تین دن روزے رکھنا مستحب ہے اور ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔ (٥)

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ ﴿ وَاللّٰهِ لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَ لَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ ﴾ "اللہ کی قسم! زندگی بھر میں دن میں روزے رکھوں گا اور ساری رات عبادت کروں گا۔" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں' اس لیے روزہ رکھ بھی اور چھوڑ بھی' اور قیام بھی کر اور سو بھی اور مہینے میں تین دن روزے رکھا کر۔ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور دو دن

---

(۱) [حسن صحيح : صحيح ترمذی (٦٠٨) كتاب الصوم : باب فی صوم ثلاثة من كل شهر' ترمذی (٧٦١)]

(۲) [بخاری (١٩٨١) كتاب الصوم ، مسلم (٧٢١) ابو داود (١٤٣٢) ابن حبان (٢٥٣٦)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذی (٦٠٩) أيضا' ترمذی (٧٦٢) أحمد (١٤٥/٥) نسائی (٢١٩/٤) ابن ماجة (١٧٠٨)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٣٠٨/٤) فتح البارى (٧٤٩/٤) نيل الأوطار (٢٣٥/٣)]

(٥) [المغنى لابن قدامة (٤٤٥/٤)]

روزہ چھوڑا کر۔ میں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَصُمْ يَوْمًا وَ أَفْطِرْ يَوْمًا فَذَالِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ ﴾ ''پھر ایک دن روزہ رکھا اور ایک دن چھوڑ' یہ داود علیہ السلام کا روزہ ہے اور روزے کا سب سے افضل طریقہ یہی ہے۔'' میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔(۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) سب سے افضل روزے یہ ہیں کہ تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو۔(۲)

راہِ جہاد میں روزہ رکھنا

(1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا ﴾ ''جس شخص نے اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر سال کے لیے جہنم کی آگ سے دور کر دیں گے۔''(۳)

(2) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ ﴾ ''جس نے اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور (جہنم کی) آگ کے درمیان خندق بنا دیں گے جیسے آسمان و زمین کے درمیان ہے۔''(٤)

لفظ '' فی سبیل اللہ '' جب مطلقا بولا جائے تو اس سے مراد راہِ جہاد ہی ہوتا ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ بھی اس حدیث کو '' کتاب الجهاد '' میں لائے ہیں۔

(شوکانی رحمہ اللہ) یہ (یعنی مندرجہ بالا) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مجاہد کے لیے (نفلی) روزہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ '' فی سبیل اللہ '' سے مراد جہاد ہے۔(٥)

لہٰذا ثابت ہوا کہ دورانِ جہاد ایک روزہ رکھنے کا یہ ثواب ہے لیکن اگر روزہ رکھنے سے کمزوری آ جائے اور جہاد میں نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

(نووی رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۱۹۷٦) کتاب الصوم : باب صوم الدهر' مسلم (۱۱٥۹) ابن خزیمة (۲۱۰٦)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (٤/٤٤٥)]

(۳) [بخاری (۲۸٤۰) کتاب الجهاد والسیر : باب فضل الصوم فی سبیل الله ' مسلم (۱۱٥۳)]

(٤) [**صحیح** : صحیح ترمذی' ترمذی (۱٦۲٤) کتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء فی فضل الصوم فی سبیل الله]

(٥) [نیل الأوطار (۳/۲۳۹)] (٦) [شرح مسلم للنووی (٤/۲۷۹)]

ہفتے اور اتوار کا اکٹھا روزہ

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہفتے اور اتوار کو اکثر اوقات روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ﴿ إِنَّهُمَا يَوْمَا عِيدٍ لِلْمُشْرِكِينَ فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَهُمْ ﴾ ''یہ دونوں دن مشرکوں کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں۔'' (۱)

نفلی روزہ انسان جب چاہے افطار کر سکتا ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَإِنِّي إِذَنْ صَائِمٌ ﴾ ''تب میں روزہ دار ہوں۔'' پھر آپ ﷺ ایک دوسرے دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ ﴾ ''مجھے بھی حلوہ دکھاؤ' بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے' لیکن آپ نے (حلوہ) کھالیا۔'' (۲)

(2) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے تو ان کی بیوی حضرت اُم درداء کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ اُم درداء نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابو درداء ایسے ہیں کہ انہیں دنیا میں کوئی حاجت ہی نہیں۔ پھر ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے (اور اپنا نفلی روزہ توڑ دیا)۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے بیدار ہوئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر (کچھ دیر بعد) وہ قیام کرنے لگے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

(۱) [**صحیح** : نسائی فی الکبری (۱٤٦/۲)' (۲۷۷٥) ابن خزیمة (۲۱٦۷) ابن حبان (۳٦۱٦) أحمد (۳۲۳/٦) امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ [المجمع (۱۹۸/۳)] امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے جب کہ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۹۰٦/۲)] شیخ صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۱۷٥/٤)]

(۲) [مسلم (۱۱٥٤) کتاب الصیام : باب جواز صوم النافلة بنیة من النهار، أبو داود (۲٤٥٥) ترمذی (۷۳٤)]

تمہارے رب کا تم پر حق ہے' تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ لہٰذا ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ جب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ صَدَقَ سَلْمَانُ ﴾ ''سلمان نے سچ کہا ہے۔'' (۱)

(3) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی پینے کی چیز پیش کی گئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن مجھے پکڑا دیا لہٰذا میں نے بھی اس سے پیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں گناہ کر بیٹھی ہوں آپ میرے لیے استغفار کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا ﴿ كُنْتُ صَائِمَةً فَأَفْطَرْتُ فَقَالَ أَمِنْ قَضَاءٍ تَقْضِيْهِ ؟ قَالَتْ لَا ، قَالَ : فَلَا يَضُرُّكِ ﴾ ''میں روزہ دار تھی اور میں نے (آپ کا جوٹھا پانی پینے کے لیے) روزہ توڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم کسی روزے کی قضاء دے رہی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر یہ نفل روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔'' (۲)

(4) جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ أَمِيْرُ نَفْسِهِ اِنْ شَاءَ صَامَ وَ اِنْ شَاءَ أَفْطَرَ ﴾ ''نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے یعنی اگر چاہے تو روزہ مکمل کر لے اور اگر چاہے تو توڑ دے۔'' (۳)

(شوکانی رحمہ اللہ) باب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے نفلی روزہ رکھا ہو وہ روزہ توڑ سکتا ہے بالخصوص جب وہ کسی مسلمان کی کھانے کی دعوت میں ہو۔ (٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

⇦ نفلی روزہ توڑنے والے شخص پر اس روزے کی قضا دینا ضروری نہیں بلکہ اسے اختیار ہے اگر وہ پسند کرے تو قضا دے لے اور اگر نہ چاہے تو نہ دے' دونوں طرح درست ہے۔ نیز اس مسئلے کی مزید تفصیل گذشتہ ''روزوں کی قضا کے بیان'' کے تحت گزر چکی ہے' تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) نفلی روزہ رکھنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ روزے کے درمیان میں روزہ چھوڑ دے اور اس پر کوئی قضا نہیں۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۱۹٦۸ ' ٦۱۳۹) کتاب الصوم : باب من أقسم علی أخیه لیفطر فی التطوع' ترمذی (۲٤۱۳)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۱٤٥) کتاب الصیام : باب فی الرخصة فیه ' ابو داود (۲٤٥٦) ترمذی (۷۳۱)]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (۷۳۲) کتاب الصیام : باب ما جاء فی إفطار الصائم المتطوع]

(٤) [نیل الأوطار (۲٤۲/۳)] (٥) [تحفة الأحوذی (٤۹۰/۳)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۸۸/۱۰)]

عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُوْمَ وَ زَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ﴾ ''کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ روزہ رکھے جبکہ اس کا خاوند گھر میں ہوالا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔''

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿ فِيْ غَيْرِ رَمَضَانَ ﴾ ''رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔''(۱)

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث میں مذکور روزے کو نفلی اور مستحب روزے پر محمول کیا جائے گا کہ جس کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں۔ اور یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے (یعنی عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا حرام ہے جبکہ شوہر عورت کے پاس موجود ہو)۔(۲)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس وقت ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے' وہ کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میرا شوہر' صفوان بن معطل' جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے' جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ تڑوا دیتا ہے اور نماز فجر طلوع آفتاب کے بعد ادا کرتا ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ صفوان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وہ باتیں پوچھیں جو اس عورت نے کہی تھیں۔ تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اس کی یہ بات کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں یہ مجھے مارتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز میں دو سورتیں پڑھتی ہے (اور اُتنی دیر مجھے چھوڑے رکھتی ہے) حالانکہ میں نے اسے دو سورتیں پڑھنے سے منع بھی کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَوْ كَانَتْ سُوْرَةً وَاحِدَةً لَكَفَتِ النَّاسَ ﴾ ''اگر ایک سورت پڑھ لی جائے تو وہ بھی لوگوں کو کافی ہو جاتی ہے۔'' صفوان نے کہا کہ اس کی یہ بات کہ یہ میرا روزہ تڑوا دیتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزے رکھنا شروع ہو جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں' مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا تَصُوْمُ الْمَرْأَةُ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا ﴾ ''کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔'' صفوان نے کہا اس کی یہ بات کہ میں طلوع آفتاب کے بعد نماز فجر ادا کرتا ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اہل پیشہ لوگ ہیں اور ہماری یہ عادت بن چکی ہے (کہ رات کے آخری حصے میں سوتے ہیں) اس لیے صبح طلوع آفتاب تک نہیں اٹھ سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ فَصَلِّ ﴾ ''جب تم اٹھو اسی وقت

---

(۱) [بخاری (۵۱۹۵) کتاب النکاح ، أبو داود (۲۴۵۸) مسلم (۱۰۲۶) أحمد (۳۱۶/۲)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۳۵۱/۴)]

نماز ادا کر لیا کرو۔‘‘ (۱)

(ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ) شوہر حاضر ہو اور اس کی رضا مندی کے بغیر عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔(۲)

حرام مہینوں اور ماہ رجب میں روزوں کے متعلق کچھ ثابت نہیں

حرام مہینوں کی تخصیص میں کچھ بھی ثابت نہیں۔اور اس ضمن میں جو حدیث مروی ہے وہ ضعیف ہے (جیسا کہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے)۔(۳)

باقی صرف وہی روزے رہ جاتے ہیں جن کے متعلق نصوص موجود ہیں مثلاً سوموار اور جمعرات کا روزہ اور ایام بیض کے روزے وغیرہ۔اسی طرح ماہ رجب کے روزوں کے متعلق بھی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی خاص فضیلت ثابت ہے۔(٤)

خرشہ بن حر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ’’میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ ماہ رجب میں روزہ رکھنے والوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے حتی کہ وہ اپنے ہاتھ کھانے میں داخل کرتے (اور روزے توڑ دیتے) اور عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس کی جاہلیت کے لوگ تعظیم کیا کرتے تھے۔‘‘ (٥)

ایک روایت میں ہے کہ ’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں اور رجب کے لیے ان کی تیار کردہ اشیاء دیکھتے تو ناپسند کرتے۔‘‘ (٦)

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) خاص طور پر ماہ رجب کے روزے کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں بلکہ موضوع و من گھڑت ہیں۔اہل علم ان میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔(۷)

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) صرف ماہ رجب کے ہی روزے رکھنا مکروہ ہے۔(۸)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) سوموار اور جمعرات کا روزہ ماہ رجب یا ماہ شعبان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ سال کے تمام مہینوں میں مستحب ہے۔(۹)

---

(۱) [**صحيح** : صحيح ابو داود (۲۱٤۷) كتاب الصيام ، ابو داود (۲٤٥۹) الصحيحة (۷٥۲/۱)]

(۲) [الزواجر لابن حجر الهيثمي (٤۳۱/۱)]

(۳) [تمام المنة (ص/٤۱۳) ضعيف ابو داود (٥۲٦)]

(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲٦۲/۳)]

(٥) [**صحيح** : إرواء الغليل (۹٥۷) روه ابن ابی شيبة]

(٦) [**صحيح** : إرواء الغليل (۹٥۸) رواه ابن أبی شيبة]

(۷) [مجموع الفتاوی (۲۹۰/۲٥)]

(۸) [المغنی لابن قدامة (٤۲۹/٤)]

(۹) [فتاوی اللجنة الدائمة (٤۰۰/۱۰)]

نفلی روزے کی نیت طلوع فجر سے پہلے کرنا لازم نہیں

کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دن میں نفل روزے کی نیت کی اور روزہ رکھ لیا۔اس لیے نفلی روزے کے لیے زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینے سے روزہ ہو جاتا ہے۔اس مسئلے کی مزید تفصیل گزشتہ ''روزوں کے آداب کے بیان'' کے تحت گزر چکی ہے۔

کیا فرض روزوں کی قضا سے پہلے نفل روزے رکھے جا سکتے ہیں؟

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جس نے اپنے اوپر فرض روزوں کی قضا سے پہلے نفل روزے رکھ لیے پھر فرض روزوں کی قضا دی تو اس کی قضا کفایت کر جائے گی لیکن مناسب یہ ہے کہ پہلے وہ فرض روزوں کی قضا دے پھر نفلی روزے رکھے کیونکہ فرض زیادہ اہم ہے۔(۱)

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۳۸۳)]

باب الأیام المنھی عن صیامھا جن ایام کے روزے ممنوع ہیں

عیدین کا روزہ رکھنا حرام ہے

(1) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَومِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَ النَّحْرِ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے منع فرمایا ہے۔'' (۱)

(2) ابن ازہر کے غلام ابوعبید نے بیان کیا کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ هٰذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صِيَامِهِمَا : يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَ الْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُوْنَ فِيْهِ مِنْ نُسُكِكُمْ ﴾ ''یہ دو دن ایسے ہیں جن کے روزوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (ماہ رمضان کے) روزوں کے بعد افطار کا دن (یعنی عید الفطر کا دن) اور دوسرا دن وہ جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو (یعنی عید الاضحیٰ کا دن)۔'' (۲)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ : الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ﴾ ''دو روزوں سے منع کیا گیا ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے۔'' (۳)

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ ؛ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى ﴾ ''عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔'' (٤)

(نووی رحمہ اللہ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ ہر حال میں ان دونوں دنوں کا روزہ حرام ہے' خواہ انسان ان دنوں میں نذر کا روزہ رکھے' یا نفلی روزہ رکھے' یا کفارے کا روزہ رکھے یا اس کے علاوہ کوئی اور روزہ رکھے۔ (٥)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ عیدین کے دونوں دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع وحرام ہے' خواہ نفلی روزہ ہو' نذر کا ہو' قضاء کا ہو یا کفارے کا ہو۔ (٦)

(ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ) عیدین کے دنوں میں روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔ (٧)

---

(١) [بخاری (١٩٩١) کتاب الصوم : باب صوم یوم الفطر' مسلم (١١٣٨) ابن ماجة (١٧٢١)]

(٢) [بخاری (١٩٩٠) کتاب الصوم : باب صوم یوم الفطر' مسلم (١١٣٧) ابو داود (٢٤١٦) ترمذی (٧٧١)]

(٣) [بخاری (١٩٩٣) کتاب الصوم : باب الصوم یوم النحر' مسلم (١١٣٨) احمد (٥١١/٤) ابن حبان (٣٥٩٨)]

(٤) [بخاری (١٩٩٥) کتاب الصوم : باب الصوم یوم النحر]

(٥) [شرح مسلم للنووی (٢٧١/٤) نیل الأوطار (٢٤٦/٣)]

(٦) [المغنی لابن قدامة (٤٢٤/٤)] (٧) [الزواجر لابن حجر الهیثمی (٤٣٢/١)]

(جمہور علما) عیدین کے دنوں میں روزے کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی قضا لازم ہے۔(۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) عیدین کے دونوں دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔(۲)

عیدین کے دوسرے یا تیسرے دن روزہ رکھنے کا حکم

یادر ہے کہ عید کے دوسرے روز شوال یا قضاء کا روزہ رکھنا درست ہے کیونکہ عید کا صرف ایک دن ہے اور لوگوں میں جو یہ معروف ہو چکا ہے کہ عید کے تین دن ہیں اس کے متعلق شریعت میں کوئی نص موجود نہیں لہٰذا دو یا تین شوال کو روزہ رکھنا جائز ہے۔

ایام تشریق کا روزہ رکھنا حرام ہے

(1) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿ كُلْ فَهٰذِهِ الْأَيَّامُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا بِإِفْطَارِهَا وَ يَنْهَانَا عَنْ صِيَامِهَا ، قَالَ مَالِكٌ وَهِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ ﴾ ''کھاؤ، ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ ہمیں روزہ چھوڑنے کا حکم دیا کرتے تھے اور روزہ رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ان دنوں سے مراد ایام تشریق (یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے دن) ہیں۔''(۳)

(2) نبیشہ ہذلی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ ﴾ ''ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔''(٤)

(3) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان کروایا ﴿ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ أَيَّامُ مِنًى أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ ﴾ ''بلاشبہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا اور ایام منیٰ (یعنی 13,12,11 ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے کے دن ہیں۔''(٥)

(ابن حزم، ابن قدامہ، ابن حجر ہیثمی رحمہم اللہ) ایام تشریق میں روزے ممنوع اور کبیرہ گناہ ہے۔(٦)

حج تمتع کرنے والے کے لیے ایام تشریق میں روزوں کا حکم

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ ﴾

---

(۱) [المغنی (۳۹۸/٤) الحاوی (٤٥٥/۳) الأم (١٤٤/٢) المبسوط (٩٥/٣) نيل الأوطار (٢٤٦/٣)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤٠٥/١٠)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (٢١١٣) كتاب الصيام : باب صيام أيام التشريق ' أبو داود (٢٤١٨)]

(٤) [مسلم (١١٤١) كتاب الصيام : باب تحريم صوم أيام التشريق ' أبو داود (٢٨١٣) نسائی (١٧٠/٧)]

(٥) [مسلم (١١٤٢) كتاب الصيام : باب تحريم صوم أيام التشريق ' احمد (٤٦٠/٣)]

(٦) [المحلى بالآثار (٤٥١/٤) المغنى لابن قدامة (٤٢٥/٤) الزواجر لابن حجر الهيثمي (٤٣٢/١)]

''کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کی طاقت نہ ہو۔'' (۱)

(2) حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كَانَتْ عَائِشَةُ تَصُوْمُ أَيَّامَ مِنًى وَ كَانَ أَبُوْهُ يَصُوْمُهَا ﴾ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ (یعنی ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں' اور ہشام کے والد عروہ بھی روزہ رکھتے تھے۔'' (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَ لَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنًى ﴾ ''جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے' اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن اگر قربانی کی طاقت نہ ہو اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منیٰ (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھ لے۔'' (۳)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حج تمتع کرنے والا شخص اگر قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ منیٰ میں رہنے کے دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کے لیے ان ایام میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صرف جواز کی احادیث ہی نقل فرمائی ہیں اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ ذکر نہیں کیں۔

(ابن حجر، شوکانی رحمہما اللہ) انہوں نے بھی اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔ (٤)

(مالک رحمہ اللہ) وہ حج تمتع کرنے والا جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے (امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول یہی ہے)۔ (٥)

استقبالِ رمضان کے لیے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذَالِكَ الْيَوْمَ ﴾ ''تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں

---

(۱) [بخاری (۱۹۹۷ ' ۱۹۹۸) کتاب الصوم : باب صیام أیام التشریق]
(۲) [بخاری (۱۹۹٦) کتاب الصیام : باب صیام أیام التشریق]
(۳) [بخاری (۱۹۹۹) کتاب الصوم : باب صیام أیام التشریق]
(٤) [فتح الباری (٤/٧٦٨) نیل الأوطار (٣/٢٤٩)]
(٥) [المغنی لابن قدامة (٣/١٦٩) کشاف القناع (٢/٣٤٢) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (٣/٣٥١) الأم للشافعی (٢/١٠٤) مغنی المحتاج (١/٤٣) المهذب (١/١٨٩) المدونة الکبری (١/٣٨٩)]

روزے رکھنے کی عادت ہو تو اس دن بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔'' (۱)

بغیر عادت کے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا﴾ ''جب شعبان نصف ہو جائے تو تم روزے نہ رکھو۔'' (۲)

واضح رہے کہ حدیث میں مذکور ممانعت ایسے شخص کے لیے ہے جو عادتاً روزے نہ رکھتا ہو اور جس کی عادت ہو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھ سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی نفلی روزہ نہ رکھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ روزے رکھے جبکہ اس کا شوہر گھر میں ہوالا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔''

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ''رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔'' (۳)

(نووی رحمہ اللہ) یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے۔ (٤)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گزشتہ ''نفلی روزے کا بیان'' ملاحظہ کیجیے۔

ہمیشہ روزہ رکھنا ممنوع ہے

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ﴿إِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ وَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ نَعَمْ ، قَالَ : إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَالِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ ، قُلْتُ : فَإِنِّي أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ ، قَالَ : فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَ يُفْطِرُ يَوْمًا وَ لَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى﴾ ''کیا تو مسلسل روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ میں نے کہا ہاں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو ایسے ہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور تو بہت کمزور ہو جائے گا۔ یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بغیر ناغے کے روزانہ) روزہ رکھے۔ (ہر ماہ) تین دن کا روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ اس پر میں نے کہا

---

(۱) [بخاری (۱۹۱٤) کتاب الصوم : باب لا یتقدم من رمضان بصوم یوم ولا یومین' مسلم (۱۰۸۲)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۰٤۹) کتاب الصوم : باب فی کراهیة ذلك' ترمذی (۷۳۸) ابن ماجة (۱٦٥۱)]

(۳) [بخاری (٥۱۹٥) کتاب النکاح ، أبو داود (۲٤٥۸) مسلم (۱۰۲٦) أحمد (۳۱٦/۲) بیهقی (۱۹۲/٤)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (۳٥۱/٤)]

میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر داود علیہ السلام کا روزہ رکھ لو۔وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھلاتے تھے۔''(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ مَنْ صَامَ الابَدَ فَلا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ ﴾ ''جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے گویا نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا۔''(۲)

(3) تین آدمیوں نے نبی ﷺ کی عبادت کو اپنے لیے کم سمجھا۔ان میں سے ایک نے کہا﴿ أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ ﴾ ''میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا' کبھی نہیں چھوڑوں گا......'' آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: ﴿لَكِنِّيْ أَصُوْمُ وَ أُفْطِرُ ... فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ﴾ ''لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں......جس نے میری سنت سے بے رغبتی اختیار کی وہ مجھ سے نہیں۔''(۳)

جمعہ کا الگ روزہ رکھنا ممنوع ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ لا يَصُوْمُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ ﴾ ''تم میں سے کوئی بھی بروز جمعہ روزہ نہ رکھے سوائے اس کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھے۔''(٤)

(2) حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ : أَصُمْتِ بِالْأَمْسِ ؟ قَالَتْ : لا ، قَالَ : أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَصُوْمِيْنَ غَدًا ؟ قَالَتْ : لا ، قَالَ فَأَفْطِرِيْ ﴾ ''نبی کریم ﷺ ان کے ہاں جمعہ کے روز تشریف لے گئے اور وہ روزہ دار تھیں۔آپ نے دریافت کیا کہ کل کے دن بھی تم نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر روزہ توڑ دو۔''(٥)

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ لا تَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ فِيْ يَوْمٍ يَصُوْمُهُ أَحَدُكُمْ ﴾ ''دوسرے دنوں میں جمعہ کا دن روزے کے لیے خاص نہ کرو الا کہ

---

(۱) [بخاری (۱۹۷۹) كتاب الصوم : باب صوم داود ' مسلم (۱۱۵۹) أحمد (۱٦٤/۲) نسائی (۲۰٦/٤)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۳۸٤) كتاب الصيام : باب ماجاء فی صيام الدهر' ابن ماجة (۱۷۰۵)]

(۳) [بخاری (٥٠٦٣) كتا ب النكاح : باب الترغيب فی النكاح' مسلم (۱٤۰۱)]

(٤) [بخاری (۱۹۷٥) كتاب الصوم : باب صوم يوم الجمعة ' مسلم (۱۱٤٤) بيهقی (۳۰۲/٤)]

(٥) [بخاری (۱۹۸٦) كتاب الصوم : باب صوم يوم الجمعة ' ابو داود (۲٤۲۲) احمد (۳۲٤/٦-٤۳۰)]

جمعہ کا دن ایسے دن میں آ جائے کہ اس میں تم میں سے کوئی (پہلے سے ہی) روزہ رکھتا ہو۔''(۱)

(ترمذی رحمۃ اللہ علیہ) اہل علم کا اسی پر عمل ہے' وہ ناپسند کرتے ہیں کہ آدمی جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے خاص کر لے اور نہ اس سے پہلے روزہ رکھے اور نہ اس کے بعد۔ نیز امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے ہاں اگر یہ دن کسی کے اُن دنوں میں آ جائے جن میں وہ پہلے سے روزے رکھتا چلا آ رہا ہے مثلاً وہ ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن روزہ چھوڑتا ہے وغیرہ تو پھر درست ہے۔(۳)

(جمہور) ان احادیث میں بروز جمعہ روزے کی ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔(٤)

بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ جمعہ کا دن روزے کے لیے مختص کرنا اس لیے ممنوع ہے کیونکہ جمعہ کے دن کو عید کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمُ عِيدِكُمْ﴾ ''جمعہ کا دن تمہاری عید کا دن ہے۔''(٥)

ایک اور روایت میں قیس بن سکن بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ روزہ دار تھے۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ﴿أَقْسَمْتُ عَلَيْكُمْ لَتُفْطِرُنَّ فَإِنَّهُ يَوْمُ عِيدٍ﴾ ''میں تم پر قسم ڈالتا ہوں ضرور روزہ توڑ دو کیونکہ یہ عید کا دن ہے۔''(٦)

اور عید کے دن روزہ رکھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ تاہم جمعہ اور عید میں اتنا فرق ضرور ہے کہ عید کے دن بہر صورت روزہ رکھنا ممنوع ہے جبکہ جمعہ کے دن کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے سے اس دن روزہ رکھنا جائز ہو جاتا ہے۔

فرض روزے کے علاوہ صرف ہفتے کا روزہ رکھنا ممنوع ہے

حضرت صماء بنت بسر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضُغْهُ﴾ ''ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو سوائے فرض روزے کے۔ پس اگر تم میں سے کوئی انگور کا چھلکا یا کسی درخت کا تنکا پائے تو چاہیے

---

(۱) [مسلم (۱۱٤۳) کتاب الصیام : باب کراهة صیام یوم الجمعة منفردا' بیهقی (۳۰۲/٤)]

(۲) [جامع ترمذی (۱۱۹/۳)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (٤۲٦/٤)]

(٤) [المجموع (٤۳۸/٦ـ ٤۳۹)]

(٥) [أحمد (۵۳۲/۲)]

(٦) [صحیح : إرواء الغلیل (۹۵۹) رواه ابن ابی شیبة]

کہ (ہفتے کا روزہ توڑنے کے لیے) اُسی کو کھا لے۔''(۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اکیلا ہفتے کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔(۲)

واضح رہے کہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے کہ جب اکیلا ہفتے کا روزہ رکھا جائے لیکن جب اس کے ساتھ ایک اور روزہ ملا لیا جائے تو جائز ہے۔(۳)

مشکوک دن کا روزہ رکھنا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﴾ ''جس نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔''(٤)

معلوم ہوا کہ ماہ شعبان کی انتیس (29) تاریخ کو اگر یہ شک ہو جائے کہ آیا چاند نظر آیا ہے یا نہیں تو اس دن روزہ رکھنا ممنوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔

روزے میں وصال کرنا

حرام ہے اور اس کی تفصیل گزشتہ ''روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان'' کے تحت گزر چکی ہے۔

---

(۱) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۲۱۱٦) كتاب الصوم : باب النهى أن يخص يوم السبت بصوم ' إرواء الغليل (۹٦۰) تمام المنة (ص/٤۰۵) ترمذى (٧٤٤) كتاب الصوم : باب ما جاء فى صوم يوم السبت ' ابن ماجة (۱٧۲٦) كتاب الصيام : باب ما جاء فى صيام يوم السبت ' دارمى (۱۹/۲) شرح معانى الآثار (۸۰/۲) ابن خزيمة (۲۱٦۲) حاكم (٤۳۵/۱) بيهقى (۳۰۲/٤) شرح السنة (۱۸۰٦)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (٤۲۸/٤)]

(۳) [ابن خزيمة (۲۱٦٧) أحمد (۳۲۳/۱)]

(٤) [بخارى تعليقا (قبل الحديث/۱۹۰٦) كتاب الصوم : باب إذا رأيتم الهلال...... ' أبو داود (۲۳۳٤) ترمذى (٦۸٦) نسائى (۱۵۳/٤) ابن ماجة (۱٦٤۵) دارمى (۲/۲) دار قطنى (۱۵٧/۲) حاكم (٤۲۳/۱) بيهقى (۲۰۸/٤)]

باب صلاة التراويح — نماز تراویح کا بیان

نماز تراویح کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةٍ وَ يَقُوْلُ : مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجزم حکم تو نہیں دیتے تھے البتہ قیام رمضان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے: جس نے حالت ایمان میں اور اجر و ثواب کی غرض سے قیام رمضان میں شرکت کی اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''(۱)

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث میں قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اور اس کے استحباب پر علما کا اتفاق ہے۔(۲)

(شوکانی رحمہ اللہ) یہ حدیث قیام رمضان یعنی نماز تراویح کی فضیلت و استحباب پر دلالت کرتی ہے۔(۳)

نماز تراویح گھر میں افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ

بلاشبہ نماز تراویح مسجد میں باجماعت ہی افضل ہے کیونکہ سنت نبوی سے یہی عمل ثابت ہے۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض ہو جانے کے اندیشے سے اسے ترک کر دیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب یہ اندیشہ نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھائی۔ صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ یہ نماز ادا کی۔ دوسری رات آپ نے یہ نماز پڑھائی تو نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ تیسری یا چوتھی رات تو یہ تعداد ایک بڑے اجتماع کی صورت اختیار کر گئی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رات نماز پڑھانے کے لیے تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت آپ نے فرمایا ﴿ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَ لٰكِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا ـ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ الْأَمْرُ عَلَى ذَالِكَ ﴾ ''جتنی بڑی تعداد میں تم لوگ جمع

---

(۱) [ترمذی (۸۰۸) کتاب الصوم : باب الترغیب فی قیام رمضان وما جاء فیه من الفضل ' بخاری (۲۰۰۹) مسلم (۷۵۹) أبو داود (۱۳۷۱) نسائی (۲۲۰۶) ابن ماجة (۱۳۲۶) أحمد (۲۸۱/۲) دارمی (۲۶/۲)]

(۲) [شرح مسلم (۲۹۸/۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۶۵/۲)]

ہو گئے تھے۔ میں نے اسے دیکھا' لیکن یہ خدشہ میرے باہر آنے کے لیے رکاوٹ بنا رہا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے' اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت تھی۔'' (۱)

(2) حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ فرماتے ہیں کہ میں رمضان کی ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا' سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی کسی کے پیچھے کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ إِنِّى أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ، ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ﴾ ''میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اسی عزم و ارادے کے ساتھ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام مقرر کر دیا۔'' (حضرت عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ) پھر ایک رات جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ ... ﴾ ''یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے۔ اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اُس حصے سے بہتر ہے جس میں یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مراد رات کے آخری حصے کی فضیلت سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع میں ہی پڑھ لیتے تھے۔'' (۲)

(3) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُوْمَا لِلنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِإِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً فَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِيْنِ حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعَصَا مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ ، فَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ ﴾ ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دونوں رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کرائیں۔ چنانچہ امام ایک رکعت میں مئین سورتوں (جن کی آیات ایک سو سے زیادہ ہیں) میں سے کوئی ایک سورت تلاوت کرتا حتی کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے اور ہم صبح صادق کے آغاز میں کہیں واپس لوٹتے تھے۔'' (۳)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان با جماعت مشروع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے محض اس اندیشے کی وجہ سے چوتھی رات جماعت سے گریز کیا تھا کہ یہ نماز مسلمانوں پر فرض نہ کر دی جائے۔ بعد ازاں جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے' وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو جس چیز سے رسول اللہ ﷺ خائف تھے اس

---

(۱) [بخاری (۱۱۲۹' ۲۰۱۲) کتاب الجمعة : باب تحریض النبی علی صلاة اللیل ' مسلم (۷۶۱)]

(۲) [بخاری (۲۰۱۰) کتاب صلاة التراویح : باب فضل من قام رمضان ' مؤطا (۱۱٤/۱)]

(۳) [صحیح : ھدایة الرواة (۶۹/۲) مؤطا (۹۲)]

سے امن ہو گیا کیونکہ کسی بھی کام کی علت اپنے وجود یا عدم میں معلول کے تابع ہوتی ہے لہٰذا جب عارض زائل ہو گیا تو باجماعت (نماز تراویح) کی سنت باقی رہ گئی۔

پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے اُسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا تھا اِس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو بدعت سے اس لیے موسوم کیا تھا کہ ان کے زمانے میں پہلے اس طرح یہ نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اس لیے ان کے زمانے میں یقیناً یہ نیا کام تھا۔ لیکن فی الحقیقت یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا جا چکا تھا۔ اسے بدعت کہنے کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدعت کی تقسیم سے مطلع کرنا چاہتے تھے کہ بدعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بدعت حسنہ اور ایک سیئہ' جیسا کہ آج بعض حضرات یہ مؤقف رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت کو اچھا کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ لغت میں بدعت ہر ایسے کام کو کہا جاتا ہے جس کی ابتداء پہلی مرتبہ کی گئی ہو۔ شرعی بدعت یہ ہے کہ ہر ایسا کام جس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ (۱)

عورتیں بھی مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت تراویح میں شرکت کر سکتی ہیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے۔ آپ نے ہمیں نماز تراویح نہیں پڑھائی حتی کہ ماہ رمضان کے صرف سات دن باقی رہ گئے۔ پھر آپ نے ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد (تیئسویں رات) کو تراویح پڑھائی' پھر چوبیسویں رات کو آپ نے تراویح نہیں پڑھائی اور پچیسویں رات جب نصف گزر گئی تو آپ نے ہمیں تراویح پڑھائی۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمیں اس رات کے باقی حصے میں بھی تراویح پڑھائیں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتَّى بَقِيَ ثَلَاثٌ مِنَ الشَّهْرِ وَ صَلَّى بِنَا فِي الثَّالِثَةِ ، وَدَعَا أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى تَخَوَّفْنَا الْفَلَاحَ ، قُلْتُ لَهُ وَمَا الْفَلَاحُ ؟ قَالَ : السُّحُورُ﴾ ''جس نے امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز تراویح ادا کی (یعنی باجماعت نماز تراویح کا اہتمام کیا) اس کے لیے ساری رات کے قیام کا اجر لکھا جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تراویح نہیں پڑھائی حتی کہ ماہ رمضان کے صرف تین دن باقی رہ گئے۔

(۱) [اقتضاء الصراط المستقیم (ص/۲۷۶)]

پھر آپ ﷺ نے ہمیں ستائیسویں رات کو تراویح پڑھائی" اور اس میں اپنے گھر والوں اور اپنی بیویوں کو بھی شریک کیا۔" آپ ﷺ نے ہمیں اتنی دیر قیام کرایا کہ ہمیں فلاح کے ختم ہو جانے کا خوف لاحق ہو گیا۔ میں (یعنی جبیر بن نفیر) نے کہا کہ یہ فلاح کیا ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس سے مراد سحری ہے۔" (۱)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تیسری مرتبہ نماز تراویح پڑھائی تو اپنی بیویوں کو بھی تراویح کی جماعت میں شریک کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورتیں مسجد میں جا کر باجماعت نماز تراویح پڑھنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نماز تراویح کا وقت

نماز تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَي عَشَرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ﴾ "رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے۔ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور پھر آخر میں ایک رکعت وتر ادا فرماتے۔" (۲)

تاہم افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَ ذَالِكَ أَفْضَلُ ﴾ "بلاشبہ رات کے آخری حصے کی نماز میں (فرشتوں کو) حاضر کیا جاتا ہے اور وہی افضل ہے۔" (۳)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ترمذی (٦٤٦) كتاب الصوم : باب ما جاء فی قیام شهر رمضان ' ترمذی (٨٠٦) ابو داود (١٣٧٥) نسائی (١٣٦٤) ابن ماجة (١٣٢٧) احمد (١٥٩/٥) ابن خزيمة (٢٢٠٦)]

(۲) [مسلم (٧٣٦) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الليل وعدد ركعات النبی ﷺ فی الليل وأن الوتر ركعة ' بخاری (٦٢٦) ابو داود (١٣٣٦) ' (١٣٣٧) ترمذی (٤٤٠) ' (٤٤١) نسائی (٦٨٤)]

(۳) [مسلم (٧٥٥) كتاب صلاة المسافرين و قصرها : باب من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله ' أحمد (٣١٥/٣) ' (١٤٦٣٠) ' (١٥١٨١) ترمذی (٤٥٥) ابن ماجة (١١٨٧) ابن خزيمة (١٠٨٦) ابن ابی شيبة (٢٨٢/٢)]

(٤) [المحلی بالآثار (٩١/٢)]

نمازِ تراویح کی رکعتوں کی تعداد

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً ﴾ "رمضان اور غیر رمضان میں نبی ﷺ (رات کی نماز) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔"(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد' قیام اللیل' قیام رمضان اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ﴿ أَنْ يَقُوْمَا لِلنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِإِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً ﴾ "وہ دونوں رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کرائیں۔"(۲)

معلوم ہوا کہ نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد گیارہ ہے (جن میں تین رکعت وتر بھی شامل ہیں)۔

(شوکانی، عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہما) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(۳)

(امیر صنعانی رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کو ہی مقدم رکھا ہے۔(٤)

⇦ یہاں یہ یاد رہے کہ کچھ حضرات بیس رکعات تراویح کے بھی قائل ہیں۔ انہوں نے جن روایات کو پیش نظر رکھا ہے وہ تمام ضعیف ہیں۔

ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیے:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ ﴾ "رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت نماز اور وتر پڑھا کرتے تھے۔"(٥)

(2) حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں تیئس

---

(۱) [بخاری (۱۱٤۷) کتاب الجمعة : باب قیام النبی باللیل فر رمضان وغیرہ ' مسلم (۷۳۸) أبو داود (۱۳٤۱) ترمذی (٤۳۹) نسائی (۲۳٤۱۳) موطا (۱/۱۲۰)]

(۲) [صحیح : هداية الرواة (۲/۶۹) موطا (۹۲)]

(۳) [نيل الأوطار (۲/۲۶۹) تحفة الأحوذی (۳/۶۰۸)]

(٤) [سبل السلام (۲/۵۳۳)]

(٥) [ابن أبی شيبة (۲/۳۹۳) بيهقی (۲/٤۹۶) ابن عدی (۱/۲٤۱) عبد بن حميد (۶۵۳) طبرانی كبير (۱۱۶۰۲) طبرانی أوسط (۷۹۸)] حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (٤/۲۵٤)] ﴿جاری ہے﴾

(23) رکعات قیام کرتے تھے۔"(۱)

(3) سنن بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائیں۔"(۲)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائیں۔(۳)

یاد رہے کہ بیس رکعت تراویح کے اثبات میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔(٤)

(ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح بیس رکعات ادا کی تھیں اور اس ضمن میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ شدید قسم کی ضعیف ہے۔(٥)

نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنی چاہیے

(1) جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ﴿يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ﴾ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل کرتے ہوئے ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے۔"(٦)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى﴾ "رات کی نماز دو دو رکعت کی صورت میں پڑھی جائے۔"(٧)

قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت

صحیح بخاری میں ہے کہ ﴿وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ﴾ "حضرت

﴿گزشتہ سے پیوستہ﴾ امام زیلعیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [نصب الراية (۱۵۳/۲)] امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف اور ناقابل حجت قرار دیا ہے۔ [الحاوی للفتاوی (۳٤٧/۱) المصابیح فی صلاة التراویح (ص/۲۰)] عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔ [تحفة الأحوذی (٦١٣/٣)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی السیل الجرار (٦٦٣/١)] اس کی سند میں ابوشیبہ (ابراہیم بن عثمان) راوی ہے جسے امام احمدؒ، امام ابن معینؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداودؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائی رحمہم اللہ اجمعین اور دیگر علماء نے ضعیف کہا ہے۔ [سبل السلام (٥٣٢/٢) تحفة الأحوذی (٦١٥/٣) التاريخ الكبير (٣١٠/١) المجروحين (١٠٤/١) الجرح والتعديل (١١٥/٢) ميزان الاعتدال (٤٧٣١) تقريب التهذيب (٣٩/١)]

(١) [موطا (١١٥/١)] (٢) [بیہقی (٤٩٦/٢)]

(٣) [اس کی سند میں ابوالحسناء راوی مجہول ہے۔ [تقريب التهذيب (٤١٢/٢) الإكمال (٤٧٥/٢) ميزان الاعتدال (٣٥٦/٧)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی (٦١٢/٣-٦١٦)]

(٥) [الموسوعة الفقهية (١٤٢/٢٧-١٤٥)]

(٦) [مسلم (٧٣٦) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الليل ، بخاری (٦٢٦)]

(٧) [بخاری (٩٩٠) كتاب الجمعة : باب ما جآء فی الوتر' مسلم (٧٤٩) أبو داود (١٣٢٦) ترمذی (٤٣٧)]

عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف (یعنی قرآن) سے دیکھ کران کی امامت کرایا کرتا تھا۔''(۱)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر پڑھتا (یعنی امامت کراتا) تھا۔(۲)

تین راتوں سے کم میں قرآن ختم کرنا درست نہیں

(1) جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ﴿لا يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث﴾ ''ایسا شخص سمجھدار نہیں ہے جس نے تین راتوں سے کم میں مکمل قرآن پڑھا۔''(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿لا أعلم نبي الله ﷺ قرأ القرآن كله حتى الصباح﴾ ''میرے علم میں نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صبح تک سارا قرآن ختم کیا ہو۔''(٤)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے '' محلی ابن حزم '' کا مطالعہ مفید ہے۔(٥)

نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) اماموں کے لیے مشروع ہے کہ وہ اگر استطاعت رکھتے ہوں تو قیام رمضان میں مقتدی حضرات کو سارا قرآن سنائیں۔ امام ہر رات وہ آیات اور سورتیں تلاوت کرے جو پچھلی رات پڑھی گئی آیات وسور کے بعد والی ہیں یہاں تک کہ امام کے پیچھے والے نمازی اپنے رب تعالیٰ کی کتاب مسلسل اُسی ترتیب سے سن لیں جو مصحف میں ہے۔(٦)

⇦ یہاں یہ یاد رہے کہ نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا فرض نہیں کیونکہ اس کا کوئی شرعی ثبوت موجود نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی مکمل قرآن سے کم بھی پڑھتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ (واللہ اعلم)

مسجد کے ساتھ ملحق گھر میں امام کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

گھر میں مسجد کے امام کی اقتداء کرتے ہوئے نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔ مقتدی کی نماز امام کے ساتھ اس وقت صحیح ہوگی جب وہ مسجد میں ہو اور صفیں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوں یا پھر مسجد سے باہر ہو اور

---

(۱) [بخاری (قبل الحديث / ٦٩٢) كتاب الأذان : باب إمامة العبد والمولى]

(۲) [فتاوى إسلامية (٣٣٧/١)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (١٢٣٩) كتاب الصلاة : باب في كم يقرأ القرآن ' أبو داود (١٣٩٠ ' ١٣٩٤)]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١١٠٨) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب في كم يستحب يختم القرآن ' ابن ماجة (١٣٤٨) نسائی (١٦٤٠) كتاب قيام الليل : باب الاختلاف على عائشة في إحياء الليل]

(٥) [المحلى بالآثار (٩٦/٢-٩٧)] (٦) [فتاوى إسلامية (١٥٨/٢)]

صفیں مسجد سے باہر تک ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں تو پھر امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی۔ مثلاً اگر مسجد اندر سے بھر جائے اور بعض لوگ اندر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے باہر نماز ادا کریں تو درست ہے لیکن اس کے علاوہ کسی بھی صورت میں صحیح نہیں۔ جیسا کہ اگر مسجد کے اندر ابھی جگہ باقی ہو اور کوئی جان بوجھ کر مسجد کے باہر نماز ادا کرے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) کسی نے دریافت کیا کہ جو شخص اپنے گھر میں سپیکروں کے ذریعے مسجد کے امام کی اقتداء میں نماز ادا کرے اور امام اور مقتدی کے مابین کسی بھی واسطہ سے اتصال نہ ہو تو اس نماز کا کیا حکم ہوگا؟ جیسا کہ مکہ اور مدینہ میں موسم رمضان اور حج میں ہوتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں مستقل فتویٰ کمیٹی نے کہا کہ: اس طریقے سے ادا کی گئی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ شوافع اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن اگر صفیں اس کے گھر کے ساتھ ملی ہوئی ہوں اور امام کو دیکھ کر اور اس کی آواز سن کر اس کی اقتداء کرنا ممکن ہو تو پھر صحیح ہے جس طرح اس کے گھر تک ملی ہوئی صفوں کی نماز صحیح ہے' اس کی بھی صحیح ہو گی۔ لیکن اگر مذکورہ شرط نہیں تو پھر نماز صحیح نہیں ہوگی۔(۱)

چند ضروری مسائل

- ❏ نمازِ تراویح کی ثابت رکعات سے تجاوز درست نہیں۔
- ❏ وتر پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔
- ❏ نو' سات' پانچ' تین اور ایک رکعت وتر پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
- ❏ وتر نمازِ عشاء کے بعد سے نمازِ فجر تک پڑھا جا سکتا ہے۔
- ❏ جو شخص وتر کے وقت سو یا رہ جائے جب صبح ہو تو وہ وتر پڑھ لے۔
- ❏ وتر کی پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الأعلی" اور دوسری میں "قل یأیھا الکفرون" اور تیسری میں "قل ھو اللہ أحد" پڑھنا مسنون ہے۔
- ❏ قنوت وتر رسول اللہ ﷺ سے صرف رکوع سے پہلے ثابت ہے۔
- ❏ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

مندرجہ بالا تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب "فقہ الحدیث : کتاب الصلاۃ : باب صلاۃ التطوع" یا "نماز کی کتاب: نفل نماز کا بیان" کا مطالعہ کیجئے۔

---

(۱) [فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء (۳۲/۸)]

باب الاعتکاف — اعتکاف کا بیان

لغوی وضاحت: لفظِ اعتکاف باب اعْتَكَفَ يَعْتَكِفُ (افتعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنیٰ ''بند رہنا' رُکے رہنا اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا'' مستعمل ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ [الأنبياء : ٥٦] ''یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟''

ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ [الأعراف : ١٣٨] ''وہ لوگ اپنے چند بتوں کے پاس بیٹھے تھے۔''(١)

شرعی تعریف: ایک خاص کیفیت سے کسی شخص کا خود کو مسجد میں روک لینا (اعتکاف ہے)۔(٢)

اعتکاف کے لیے نیت

ہر عبادت کے لیے نیت ضروری ہے اور چونکہ اعتکاف بھی عبادت ہے لہٰذا اس کے لیے بھی نیت لازمی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى﴾ ''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔''(٣)

یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے' زبان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں لہٰذا ایسے تمام الفاظ جو اعتکاف کی نیت کے لیے بتلائے جاتے ہیں بدعت ہیں مثلاً '' نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ '' وغیرہ۔

اعتکاف کا حکم

اعتکاف سنت ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے نذر کے ذریعے اپنے اوپر لازم کر لے تو اسے بجا لانا واجب ہوگا۔ اعتکاف کے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو بطور عمل اپنایا اور پھر اس پر مداومت اختیار کی۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

(ابن حجر رحمہ اللہ) اعتکاف بالاجماع واجب نہیں ہے الا کہ جو اس کی نذر مان لے اس پر واجب ہے۔(٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(شوکانی رحمہ اللہ) جان لو کہ اعتکاف کے واجب نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں الا کہ کوئی جب اس کی نذر مان لے

---

(١) [القاموس المحیط (ص/٧٥٥) المنجد (ص/٥٧٥)] (٢) [سبل السلام (٩٠٩/٢)]

(٣) [بخاری (١) کتاب بدء الوحی' مسلم (١٩٠٧) ابو داود (٢٢٠١) ترمذی (١٦٤٧) ابن ماجة (٤٢٢٧)]

(٤) [فتح الباری (٢٧١/٤)] (٥) [تحفة الأحوذی (٥٨٣/٣)]

(تو یہ واجب ہو جاتا ہے)۔(۱)

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اعتکاف سنت ہے الا کہ اس کی نذر مانی گئی ہو تو پھر اسے پورا کرنا لازم ہوگا۔(۲)

(ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ) علماء نے کا اجماع کیا ہے کہ اعتکاف لوگوں پر واجب نہیں ہے الا کہ آدمی اسے اپنے نفس پر خود (نذر کے ذریعے) واجب کر لے تو واجب ہو جاتا ہے۔(۳)

(نووی رحمۃ اللہ علیہ) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اعتکاف مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔(٤)

(قرطبی رحمۃ اللہ علیہ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف واجب نہیں ہے بلکہ یہ قربتوں میں سے ایک قربت اور نوافل میں سے ایک نفل ہے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کے صحابہ اور آپ کی بیویوں نے عمل کیا ہے۔اور یہ اس وقت لازم ہو جاتا ہے جب انسان اسے خود اپنے اوپر (نذر کے ذریعے) لازم کر لے۔(٥)

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) رمضان میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔(٦)

نذر پوری کرنے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ [الدھر : ۷] ''وہ (مومنین) نذر کو پورا کرتے ہیں۔''

ایک اور آیت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾ [الحج : ۲۹] ''انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعْهُ وَ مَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ﴾ ''جو شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے پورا کرے اور جو معصیت کی نذر مانتا ہے وہ نافرمانی نہ کرے۔''(۷)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر اعتکاف کی نذر مان لی جائے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔

ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف زیادہ مؤکد ہے

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت کے لیے ان ایام کو اختیار کیا تھا۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا

---

(۱) [نيل الأوطار (۲۵۰/۳)] (۲) [المغنى لابن قدامة (٤٥٦/٤)]

(۳) [الجماع لابن المنذر (ص/٤٧)] (٤) [شرح مسلم للنووى (٣٢٤/٤)]

(٥) [تفسير قرطبى (٣٣١/٢)] (٦) [فتاوى إسلامية (١٦٣/٢)]

(۷) [بخارى (٦٦٩٦) كتاب الأيمان والنذور : باب النذر فى الطاعة ' مؤطا (٤٧٦/٢) احمد (٣٦/٦) ابو داود (٣٢٨٩) ترمذى (١٥٢٦) نسائى (١٧/٧) ابن ماجة (٢١٢٦) بيهقى (٦٨/١٠)]

اعتکاف کرتے حتی کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتیں۔" (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ﴾ "رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔" (۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ ﴾ "نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے۔ایک سال آپ ﷺ اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔" (۳)

(نووی رحمہ اللہ) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اعتکاف ماہ رمضان کے آخری عشرے میں زیادہ مؤکد ہے۔ (٤)

اعتکاف مساجد میں کسی بھی وقت درست ہے

کیونکہ شارع علیہ السلام نے اسے کسی معین وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا اور ایک حدیث میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ ﴾ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کرنے کی غرض سے کہا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔" (٥)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ماہ شوال میں اعتکاف کیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ ... فَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ ذَالِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالَ ﴾ "آپ ﷺ نے اس ماہ (یعنی رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرے کا اعتکاف کیا۔" (٦)

(البانی رحمہ اللہ) اعتکاف رمضان میں اور اس کے علاوہ سال کے تمام ایام میں مسنون ہے۔ (۷)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اعتکاف کسی بھی وقت جائز ہے لیکن رمضان کے آخری عشرے میں افضل ہے۔ (۸)

---

(۱) [بخاری (۲۰۲٦) کتاب الاعتکاف : باب الاعتکاف فی العشر الأواخر ' مسلم (۱۱۷۲)]

(۲) [بخاری (۲۰۲٥) کتاب الاعتکاف : باب الاعتکاف فی العشر الأواخر ' مسلم (۱۱۷۱)]

(۳) [صحیح : هدایة الرواة (۳٥٩/۲) ابو داود (۲٤٦۳) کتاب الصوم : باب الاعتکاف ' ترمذی (۸۰۳)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (۳۲٤/٤)]

(٥) [بخاری (۲۰۳۲) کتاب الاعتکاف : باب الاعتکاف لیلا ' مسلم (۱٦٥٦) ترمذی (۱٥۳٩) (۷٦/۱۰)]

(٦) [بخاری (۲۰۳۳) کتاب الاعتکاف : باب اعتکاف النساء ' مسلم (۱۱۷۳) ابو داود (۲٤٦٤) (۳۲۲/٤)]

(۷) [قیام رمضان (ص/۳٤)]

(۸) [فتاوی اللجنة الدائمة (٤۱۰/۱۰)]

اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں

جیسا کہ گزشتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر شاہد ہے کیونکہ رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا۔
(شافعی، احمد، ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔
اگرچہ کچھ علما اعتکاف کے لیے روزے کو شرط قرار دیتے ہیں لیکن قابل ترجیح رائے یہی ہے کہ روزے کے بغیر اعتکاف جائز ہے لیکن روزے کے ساتھ افضل ہے۔(۳)
(شوکانی رحمہ اللہ) انہوں نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔(٤)
(صدیق حسن خان رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)
(سید سابق رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والا اگر روزہ رکھ لے تو اس کے لیے بہتر ہے لیکن اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں (مراد یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ ضروری نہیں لیکن اگر رمضان میں اعتکاف کیا ہے تو پھر لازما فرض روزے رکھنے ہی پڑیں گے)۔(٦)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ ﴾ ''روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں۔''(۷) علماء کے نزدیک زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے۔(۸)

اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جا سکتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ﴾ [البقرة : ۱۸۷] ''اور تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو'' اس آیت میں اعتکاف کے لیے صرف مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔
(2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ ﴾ ''وہ ایام ماہواری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ نکالا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے۔''(۹)
(3) حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ﴿ وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ رَسُولُ

---

(۱) [الأم (۱٤۸/۲) الحاوی (٤۸٦/۳) الهداية (۱۳۲/۱) المبسوط (۱۱٥/۳) كما فى نيل الأوطار (۲٥٥/۳)]
(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اللباب فی علوم الكتاب " تفسير القرآن " (۳۱۹/۳)]
(٤) [نيل الأوطار (۲٥٥/۳)] (٥) [الروضة الندية (٥۷۳/۱)] (٦) [فقه السنة (٤۱۸/۱)]
(۷) [حسن صحيح : صحیح أبو داود (۲۱٦۰) كتاب الصيام : باب المعتكف يعود المريض ' أبو داود (۲٤۷۳)]
(۸) [الروضة الندية (٥۷۲/۱)]
(۹) [بخاری (۲۰۲۹ ' ۲۰٤٦) كتاب الاعتكاف : باب المعتكف يدخل رأسه البيت للغسل ' مسلم (۲۹۷) ابو داود (۲٤٦۸) ابن ماجة (۱۷۷٦) أحمد (۸۱/٦) ابن خزيمة (۲۲۳۱) ابن حبان (۳٦٦۹)]

اللّٰہِ ﷺ یَعْتَکِفُ فِیْہِ فِی الْمَسْجِدِ﴾ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد کی وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف کرتے تھے۔'' (۱)

(قرطبی رحمہ اللہ) علمانے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہوتا ہے۔ (۲)

کیا اعتکاف کے لیے کسی مسجد کی تخصیص ہے یا تمام مساجد میں درست ہے؟

اس مسئلے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے:

(امام زہری رحمہ اللہ) اعتکاف صرف جامع مسجد میں جائز ہے۔ (۳)

(ابوحنیفہ رحمہ اللہ) صرف اُس مسجد میں اعتکاف جائز ہے جہاں امام اور مؤذن مقرر ہو۔ علاوہ ازیں خواتین گھر میں نماز کی جگہ بھی اعتکاف کر سکتی ہیں۔

(شافعی، احمد رحمہما اللہ) اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے لیکن جامع مسجد میں افضل ہے۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) مردوں کے لیے اعتکاف صرف اس مسجد میں درست ہے جس میں جماعت ہوتی ہو کیونکہ ان پر باجماعت نماز ادا کرنا فرض ہے جبکہ عورتوں پر کسی بھی مسجد میں درست ہے کیونکہ ان پر باجماعت نماز فرض نہیں۔

(ابن حجر رحمہ اللہ) علماء کا اتفاق ہے کہ اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے (سوائے محمد بن عمر بن لبابہ مالکی کے' اس نے ہر جگہ اعتکاف جائز قرار دیا ہے)۔

(جمہور) اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔ (٤)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔

(بخاریؒ) تمام مساجد میں اعتکاف درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾ [البقرۃ : ۱۸۷] ''عورتوں سے اس وقت مباشرت مت کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔'' (٥)

خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں

جیسا کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ

---

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۵٤) کتاب الصوم : باب أین یکون الاعتکاف ' أبو داود (۲٤٦٥) ابن ماجة (۱۷۷۳) أحمد (٦۲/۳)]

(۲) [تفسیر الرازی (۱۹۷/٥)] (۳) [أیضا]

(٤) [نیل الأوطار (۲٥٥/۳) فتح الباری (۸۰٦/٤) اللباب فی علوم (۳۱۹/۳) المغنی لابن قدامة (٤٦۱/٤)]

(٥) [بخاری (قبل الحدیث ، ۲۰۲٥) کتاب الاعتکاف : باب الاعتکاف فی العشر الأواخر]

كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ ﴾ ”نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے حتی کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتیں۔“ (۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) خواتین کا اعتکاف بیٹھنا درست ہے۔(۲)

خواتین بھی مساجد میں ہی اعتکاف کریں گی

کیونکہ ان کے لیے اعتکاف کے متعلق کوئی الگ حکم شریعت میں موجود نہیں۔ اور کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ عہد رسالت میں عورتوں نے گھروں میں اعتکاف کیا ہو۔

(شافعی، احمد رحمہما اللہ) یہی موقف رکھتے ہیں۔

(ابوحنیفہ، ثوری رحمہما اللہ) عورت اپنے گھر کی نماز کے لیے مخصوص جگہ میں اعتکاف کرے یہی اس کے لیے افضل ہے کیونکہ عورت کی نماز گھر میں ہی افضل ہے (نیز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا جماعت والی مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا صحیح نہیں)۔(۳)

(راجح) پہلا موقف ہی زیادہ راجح ہے کیونکہ قرآن میں اعتکاف کے لیے مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

خواتین کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کا حکم

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے اور نہ ہی کسی غلام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے۔(٥)

آخری عشرے میں عبادات کے لیے زیادہ محنت کرنی چاہیے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ (أَيِ الْعَشْرَ الْأَخِيرَةَ مِنْ رَمَضَانَ) شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ ﴾ ”جب رمضان کا آخری دھاکہ شروع ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی کمر کس لیتے، رات بھر جاگتے رہتے اور اپنی بیویوں کو بھی جگاتے۔“ (٦)

---

(١) [بخاری (٢٠٢٦) كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف في العشر الأواخر، مسلم (١١٧٢) أبو داود (٢٤٦٢) ترمذی (٧٩٠) أحمد (٩٢/٦) عبد الرزاق (٧٦٨٢) ابن خزيمة (٢٢٢٣) ابن حبان (٣٦٦٥)]

(٢) [المغنی (٤٦٤/٤)] (٣) [المغنی (٤٦٤/٤)]

(٤) [أيضا] (٥) [المغنی لابن قدامة (٤٨٥/٤)]

(٦) [بخاری (٢٠٢٤) كتاب فضل ليلة القدر : باب العمل في العشر الأواخر من رمضان، مسلم (١١٧٤) أبو داود (١٣٧٦) نسائی (٢١٧/٣) ابن ماجة (١٧٦٨) أحمد (٤٠/٦) حميدی (١٨٧)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهِ ﴾ "نبی ﷺ آخری عشرے میں اتنی محنت کرتے کہ جتنی دوسرے دنوں میں نہ کرتے۔"(۱)

اعتکاف کرنے والا معتکف میں کب داخل ہو؟

بیس (20) رمضان المبارک کی شام کو اعتکاف کرنے والا مسجد میں پہنچ جائے اور اگلے روز صبح فجر کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ اسی کے قائل ہیں۔(۲)

اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے۔(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ ﴾ "نبی ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر ادا فرما کر اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے۔"(٤)

اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے وقت ہی باہر نکل سکتا ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ ﴿ كَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا ﴾ "آپ ﷺ جب اعتکاف میں بیٹھے ہوتے تو کسی (سخت) حاجت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہوتے۔"(٥)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اعتکاف کرنے والے پر یہ سنت ہے کہ ﴿ لَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ ﴾ "سوائے کسی ضروری حاجت کے مسجد سے نہ نکلے۔"(٦)

(3) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَزُوْرُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ ... إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ ... ﴾ "وہ رمضان کے آخری عشرے میں، جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔ کچھ دیر تک آپ ﷺ

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱٤۳۰) کتاب الصوم ، الصحیحه (۲۱۲۳) ابن ماجة (۱۷٦۷)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۵۸٤/۳) فیض القدیر (۹٦/۵) فتح الباری (۳۲۳/٤)]

(۳) [بخاری (٤۹۹۸) کتاب فضائل القرآن : باب کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی' ترمذی (۷۹۰)]

(٤) [ترمذی (۷۹۱) کتاب الصوم : باب ماجاء فی الاعتکاف ' بخاری (۲۰۳۳) مسلم (۱۱۷۲)]

(٥) [بخاری (۲۰۲۹) کتاب الاعتکاف : باب لایدخل البیت إلا لحاجة ' مسلم (۲۹۷) أبو داود (۲٤٦۸)]

(٦) [حسن صحیح : صحیح أبو داود (۲۱٦۰) کتاب الصوم ، أبو داود (۲٤۷۳) بیهقی (۳۲۱/٤)]

سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی اُدھر سے گزرے اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (گویا) ان پر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔'' (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف بیٹھنے والا کسی ضروری کام کے لیے اعتکاف کی جگہ سے نکل سکتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی بندوبست نہ ہو سکے تو انسان اپنی استعمال کی ضروری اشیاء بھی گھر سے لا سکتا ہے۔

(قرطبی رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اعتکاف کی جگہ سے باہر نکلے۔ ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو نکل سکتا ہے۔(۲)

(ابن منذر رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی جگہ سے کسی سخت حاجت کی وجہ سے ہی نکل سکتا ہے اور وہ حاجت وہ ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نکلے تھے (یعنی اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کو گھر چھوڑنے کے لیے)۔(۳)

(ابن کثیر رحمہ اللہ) اگر کوئی اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے لیے اپنے گھر جائے تو وہاں صرف اُتنی دیر ہی ٹھہرے جتنی دیر اسے وہاں وہ سخت کام ہے۔(٤)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں الا کہ کوئی اس قدر سخت ضرورت پیش آ جائے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔(٥)

اعتکاف کی کم از کم مدت

اعتکاف کی کم از کم کوئی مدت متعین نہیں۔[٦] امام شوکانی رحمہ اللہ اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔[٧] جبکہ کچھ ائمہ کی یہ رائے ہے کہ اعتکاف کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔(۸)

اعتکاف کی جگہ میں چارپائی اور بستر بھی رکھا جا سکتا ہے

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ

(۱) [بخاری (۲۰۳۵، ۲۰۳۸) کتاب الاعتکاف: باب هل یخرج المعتکف لحوائجه إلی باب المسجد، مسلم (۲۱۷۵)]
(۲) [تفسیر قرطبی (۳۳۳/۲)] (۳) [أیضا] (٤) [تفسیر ابن کثیر (٤٥٩/۱)]
(٥) [المغنی لابن قدامة (٤٦٥/٤)] (٦) [اللباب في علوم الکتاب (۳۲۰/۳)]
(۷) [السیل الجرار (۱۳٦/۲)] (۸) [تفسیر قرطبی (۳۳۱/۲)]

أَوْ يُوضَعُ لَهُ سَرِيْرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ جب اعتکاف کرتے تو آپ ﷺ کے لیے اسطوانہ توبہ کے پیچھے آپ کا بستر بچھا دیا جاتا یا (راوی کو شک ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ) آپ ﷺ کے لیے وہاں آپ کی چارپائی رکھ دی جاتی۔'' (۱)

(شوکانی رحمہ اللہ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ مسجد میں اعتکاف کی جگہ میں چارپائی اور بستر رکھنا جائز ہے۔(۲)

دورانِ اعتکاف معتکف کے لیے کیا مستحب ہے؟

اعتکاف کے دوران اعتکاف بیٹھنے والے کو چاہیے کہ نفل ونوافل میں مشغول رہے' قرآن کی تلاوت کرے' اللہ کا ذکر کرے اور اسی طرح کی دیگر عبادات سرانجام دے۔ عبث وفضول گفتگو اور لایعنی کاموں سے اجتناب کرے اور زیادہ باتیں نہ کرے۔ حدیث نبوی میں ہے کہ ﴿ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ ﴾ ''آدمی کے اسلام کی خوبی سے ہے کہ وہ فضول ولایعنی کاموں کو چھوڑ دے۔'' (۳)

نیز اسے چاہیے کہ لڑائی جھگڑے اور فحش کاموں سے بچے کیونکہ یہ کام تو عام حالت میں بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ انہیں دوران اعتکاف اختیار کیا جائے۔

(ابن قدامہؒ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ نماز' تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھانا' علم سکھانا' فقہاء سے مناظرہ کرنا' ان کی مجلس اختیار کرنا' حدیث لکھنا اور اس جیسے دیگر ایسے کام جن کا نفع دوسروں تک پہنچتا ہو (دوران اعتکاف) ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک مستحب نہیں ہیں۔ اور یہی امام احمدؒ کے کلام کا ظاہر ہے۔(٤)

بیوی کا مسجد میں آنا' شوہر کے سر میں کنگھی کرنا

اور اس کا سر دھونا درست ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زیارت کے لیے مسجد میں تشریف لائیں۔(٥)

---

(۱) [ابن ماجة (۱۷۷٤) كتاب الصيام : باب في المعتكف يلزم مكانا من المسجد ' ابن خزيمة (۲۳۳٦)] حافظ بوصیریؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الزوائد (۲٤۳/۲)] امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[نيل الأوطار (۲٥۲/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ابن ماجة (۳۹۲)]

(۲) [نيل الأوطار (۲٥۲/۳)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذى (۱۸۸٦) شرح العقيدة الواسطية (۲٦۸) ' (۳٤٥)]

(٤) [المغنى (٤٧٩/٤ـ٤٨٠)]

(٥) [بخارى (۲۰۳۸) كتاب الاعتكاف : باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ وَ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ (دوران اعتکاف) مسجد سے اپنا سر میری طرف حجرے کے اندر کر دیتے۔ اور میں اس میں کنگھی کر دیتی۔'' (۱)

(3) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ﴿ وَكَانَ يَخْرُجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهُ وَ اَنَا حَائِضٌ ﴾ ''آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مسجد سے نکالتے اور میں اسے دھوتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔'' (۲)

اعتکاف کرنے والا بغیر شہوت کے بیوی کو چھو سکتا ہے

جیسا کہ گذشتہ احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔

اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا جائز ہے

کیونکہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں اور اس کے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد میں کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ (۳)

(سید سابق رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا' پینا اور سونا جائز ہے۔ (٤)

کیا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خواتین اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟

ایسی عورت کے لیے اعتکاف بیٹھنا درست ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَ الصُّفْرَةَ فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّيْ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا) نے 'جو کہ مستحاضہ تھیں' اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر ہم کوئی برتن ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔'' (٥)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) استحاضہ کی بیماری اعتکاف کو نہیں روک سکتی کیونکہ یہ نہ تو نماز کو روکتی ہے اور نہ ہی طواف کو (یعنی استحاضہ والی عورت نماز بھی پڑھ سکتی ہے اور طواف بھی کر سکتی ہے لہٰذا اس کے لیے اعتکاف بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۲۰۲۹) کتاب الاعتکاف : باب یدخل البیت إلا لحاجة ' مسلم (۲۹۷) ابو داود (۲٤٦۸)]

(۲) [بخاری (۲۰۳۱) کتاب الاعتکاف : باب غسل المعتکف] (۳) [المغنی لابن قدامة (٤/٤٨٣)]

(٤) [فقه السنة (١/٤٢١)] (٥) [بخاری (۲۰۳۷) کتاب الاعتکاف]

(٦) [المغنی لابن قدامة (٤/٤٨٨)]

اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ ﴾ ''نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ ﷺ صبح کی نماز ادا کر کے اس میں داخل ہو جاتے تھے۔'' (١)

دوران اعتکاف ممنوع افعال

① کبائر کا ارتکاب:

(قرطبی رحمہ اللہ) اگر اعتکاف کرنے والا کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ کبیرہ گناہ عبادت کی ضد ہے جیسا کہ حدث طہارت اور نماز کی ضد ہے۔(٢)

② جماع وہم بستری کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ [البقرۃ: ١٨٧] ''تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔''

(قرطبی رحمہ اللہ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ جس نے اعتکاف کی جگہ میں جان بوجھ کر اپنی بیوی سے اس کی شرمگاہ میں جماع وہم بستری کی اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ابو عمر نے کہا ''علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اعتکاف کرنے والا نہ تو مباشرت کر سکتا ہے اور نہ ہی بوسہ لے سکتا ہے۔(٣)

(ابن کثیر رحمہ اللہ) یہ امر علماء کے ہاں متفق علیہ ہے کہ جب تک اعتکاف بیٹھنے والا مقام اعتکاف میں ہے اس پر عورتیں حرام ہیں (یعنی عورتوں سے ہم بستری یا ان کا بوسہ لینا وغیرہ)۔(٤)

(ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ) دوران اعتکاف جماع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔(٥)

③ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر نکلنا:

جیسا کہ گذشتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿ وَلَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ ﴾ ''اعتکاف کرنے والا کسی ضرورت کے لیے (مسجد سے) باہر نہ نکلے الا کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔'' (٦)

---

(١) [بخاري (٢٠٣٣) كتاب الاعتكاف : باب اعتكاف النساء، مسلم (١١٧٣) ابو داود (٢٤٦٤)]

(٢) [تفسير قرطبي (٢٢٤/٢)]

(٣) [تفسير قرطبي (٣٣٠/٢)]

(٤) [تفسير ابن كثير (٤٥٩/١)]

(٥) [الزواجر لابن حجر الهيثمي (٤٣٧/١)]

(٦) [أبو داود (٢٤٧٣)]

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اگر جان بوجھ کر بغیر کسی سخت ضرورت کے مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا الا کہ اس نے شرط لگائی ہو یا بھول جائے۔(۱)

④ مریض کی عیادت' جنازے میں شرکت اور بیوی سے مباشرت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ : أَلَّا يَعُودَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرَهَا ﴾ "اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت ہے کہ وہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے' نہ جنازے میں شرکت کرے' نہ عورت کو چھوئے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے۔"(۲)

(ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) اعتکاف بیٹھنے والا مریض کی عیادت کے لیے نہ نکلے لیکن راہ گزرتے ہوئے اسے پوچھ سکتا ہے۔(۳)

⑤ عورت کا ایام ماہواری میں اعتکاف:

کیونکہ حائضہ عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ ﴾ "بیشک میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد حلال نہیں کرتا۔"(٤)

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اس لیے عورت کو ایام ماہواری کی ابتداء ہوتے ہی مسجد سے نکل جانا چاہیے۔(٥)

⑥ شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف:

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور نہ ہی کوئی مملوک (غلام' لونڈی وغیرہ) اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے۔(٦)

اعتکاف باطل کر دینے والے افعال

① دین اسلام سے مرتد ہو جانا:

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾ [الزمر : ٦٥] "(اے محمد!) اگر تم بھی شرک کرو گے تو ضرور تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔"

---

(۱) [المغنی (٤٧٢/٤)]

(۲) [حسن صحیح : صحیح أبو داود (٢١٦٠) كتاب الصوم : باب المعتكف يعود المريض' أبو داود (٢٤٧٣)]

(۳) [تفسير ابن كثير (٤٥٩/١)]

(٤) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٤٠) كتاب الطهارة : باب في الجنب يدخل المسجد' إرواء الغليل (١٩٣) أبو داود (٢٣٢) بيهقي (٤٤٢/٢)] شیخ حازم علی قاضی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (٢٠١/١)] امام ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے نقل فرمایا ہے۔[بلوغ المرام (١١١)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (٤٨٧/٤)]

(٦) [المغنی لابن قدامة (٤٨٥/٤)]

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اگر اعتکاف بیٹھنے والا مرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(۱)

② کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا:

جیسا کہ ابھی پیچھے امام قرطبی رحمہ اللہ کی اس ضمن میں وضاحت گزری ہے۔

③ مباشرت و ہم بستری کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔“

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

﴿ إِذَا جَامَعَ الْمُعْتَكِفُ بَطَلَ اعْتِكَافُهُ وَ اسْتَأْنَفَ ﴾ ”جب اعتکاف بیٹھنے والا ہم بستری کر بیٹھے تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا اور وہ دوبارہ اعتکاف بیٹھے۔“(۲)

لیکن ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کچھ مروی نہیں۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) جس نے ہم بستری کر لی اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا۔(۳)

④ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر جانا:

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اگر اعتکاف بیٹھنے والا کسی ایسے کام کے لیے مسجد سے باہر نکلا جس کے بغیر گزارہ ممکن تھا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا خواہ وہ کچھ ہی دیر کے لیے نکلے۔

(ابوحنیفہ، مالک، شافعی رحمہم اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(سید سابق رحمہ اللہ) بغیر ضرورت کے عمداً مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اگرچہ کوئی کچھ دیر کے لیے ہی مسجد سے نکلے۔ کیونکہ اس طرح مسجد میں ٹھہراؤ ختم ہو جاتا ہے اور یہ اعتکاف کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔(٥)

- امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد کی چھت پر چڑھنا جائز ہے کیونکہ وہ مسجد کا ہی حصہ ہے۔

(ابوحنیفہ، شافعی، مالک رحمہم اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

---

(۱) [المغنى لابن قدامة (٤٧٦/٤)]

(۲) [صحيح : قيام رمضان (ص/٤١) ابن أبي شيبة (٩٢/٣)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (٤٧٣/٤)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٤٦٩/٤)]

(٥) [فقه السنة (٤٢١/١)]

(٦) [المغنى لابن قدامة (٤٧٢/٤)]

باب لیلة القدر شب قدر کا بیان

شب قدر کی فضیلت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ الْمَلَٰئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَٰمٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾﴾ [القدر : ٣-٥] ''شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے۔''

(ابن کثیرؒ) اس رات کی بہت زیادہ برکت کی وجہ سے اس میں کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فرشتے برکت ورحمت کے نزول کے ساتھ اترتے ہیں جیسا کہ تلاوتِ قرآن کریم کے وقت اترتے ہیں، مجلس ذکر کو گھیر لیتے ہیں اور سچے طالب علم کی تعظیم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ (١)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّ هَٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ ﴾ ''بلاشبہ یہ (بابرکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے غنیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔'' (٢)

قدر کی راتوں میں نوافل پڑھنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ﴾ ''جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کرتا ہے۔ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (٣)

قدر کی رات کونسی ہے؟

اس میں بے حد اختلاف ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چالیس (40) اور امام

---

(١) [تفسیر ابن کثیر (تحت سورة القدر)]

(٢) [**حسن صحيح** : صحيح ابن ماجة (١٣٣٣) كتاب الصيام : باب ما جاء في فضل شهر رمضان ' ابن ماجة (١٦٤٤)]

(٣) [بخاری (٢٠١٤) کتاب فضل ليلة القدر: باب فضل ليلة القدر ' مسلم (٧٦٠) ترمذی (٨٠٨) ابن ماجة (١٣٢٦)]

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے پینتالیس (45) اقوال نقل فرمائے ہیں۔(۱)

ان سب میں راجح اور قوی تر قول یہ ہے کہ شب قدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ﴾ ''شب قدر رمضان کے آخری دھاکے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''(۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ بیس راتیں گزر جانے کے بعد جب اکیسویں رات آتی تو شام کو آپ گھر واپس آ جاتے۔ جو لوگ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں کو واپس آ جاتے۔ ایک رمضان میں جب آپ اعتکاف میں تھے تو اُس رات میں بھی (مسجد میں ہی) مقیم رہے جس میں آپ کی گھر جانے کی عادت تھی۔ پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے لوگوں کو حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ مجھے اب اس آخری عشرے میں اعتکاف کرنا چاہیے۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے مقام اعتکاف میں ہی ٹھہرا رہے۔ مجھے یہ رات (یعنی شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلوا دی گئی ﴿ فَابْتَغُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَابْتَغُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ ﴾ ''اس لیے تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' میں نے خود کو (خواب میں) دیکھا کہ میں اس رات کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش برسی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ (چھت سے) پانی ٹپکنے لگا۔ یہ اکیسویں رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد واپس آ رہے تھے اور آپ کے چہرہ مبارک پر کیچڑ لگا ہوا تھا۔(۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى ﴾ ''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا سات راتیں باقی رہ جائیں یا جب پانچ باقی رہ جائیں۔(۴)

(ابن حجر، شوکانی رحمہما اللہ) انہوں نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔(۵)

---

(۱) [فتح الباری (۷۹۴/۴۔ ۷۹۹) نیل الأوطار (۲۶۳/۳۔ ۲۶۶)]

(۲) [بخاری (۲۰۱۷) کتاب فضل لیلة القدر : باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر ' مسلم (۱۱۶۹)]

(۳) [بخاری (۲۰۱۸) کتاب لیلة القدر : باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر ' مسلم (۱۱۶۷)]

(۴) [بخاری (۲۰۲۱) کتاب لیلة القدر : باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر ' ابو داود (۱۳۸۱)]

(۵) [فتح الباری (۷۹۵/۴) نیل الأوطار (۲۷۱/۳)]

لیکن جمہور کے نزدیک شب قدر ستائیسویں رات ہے۔(۱)

ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے شب قدر کے متعلق فرمایا ﴿ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَ عِشْرِيْنَ ﴾ "یہ ستائیس کی رات ہے۔"(۲)

یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔(۳)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ ﴾ "جو اسے تلاش کرنے کا خواہش مند ہو وہ اسے آخری سات (راتوں) میں تلاش کرے۔"(٤)

یہ اور اس طرح کی دیگر تمام احادیث میں شب قدر کے تعین کا ذکر اس لیے ہے کیونکہ اس سال وہ رات شب قدر تھی لہٰذا وہی رات بتلا دی گئی۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ہمیشہ وہی رات شب قدر ہوگی۔

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) شب قدر ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے ......اور یہ اس عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔(٥)

(صدیق حسن خان رحمہ اللہ) مسوی میں ہے کہ قدر کی رات کون سی ہے اس میں اختلاف ہے اور قوی ترین قول یہ ہے کہ (رمضان کے) آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔(٦)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) شب قدر کو رمضان کی کسی رات کے ساتھ خاص کرنے والی بات دلیل کی محتاج ہے جو اس کی تعیین کرتی ہو اس کے علاوہ ہم ایسا کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تاہم آخری عشرے کی طاق راتیں اس رات کے لیے زیادہ مناسب ہیں اور ان راتوں میں بھی ستائیسویں رات زیادہ مناسب ہے۔(٧)

شب قدر نا معلوم ہونے کا سبب

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ : خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ

---

(۱) [سبل السلام (۹۱٥/۲)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۲۳٦) كتاب الصلاة : باب من قال: سبع وعشرون ' أبو داود (۱۳۸٦)]

(۳) [بلوغ المرام (٥٧٦)]

(٤) [بخاری (۲۰۱٥) كتاب فضل ليلة القدر : باب التماس ليلة القدر في السبع الأواخر ' مسلم (۱۱٦٥) مؤطا (۳۲۱/۱) أحمد (۱۷/۲) عبد الرزاق (۷٦۸۸) ابن خزيمة (۲۱۸۲) بيهقی (۳۱۰/٤) ابن حبان (۳٦۷٥)]

(٥) [مجموع الفتاوی (۲۸٤/۲٥)]

(٦) [الروضة الندية (٥٧٦/۱)]

(٧) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤۱٥/۱۰)]

وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا پس اس کا علم اٹھا لیا گیا۔ اور امید ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔'' (۱)

شب قدر کی علامات

(1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ تُصْبِحُ الشَّمْسُ صَبِيحَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِثْلَ الطَّسْتِ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ حَتَّى تَرْتَفِعَ ﴾ ''شب قدر کی صبح کو سورج کے بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ وہ ایسے ہوتا ہے جیسے تھالی۔'' (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شب قدر کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَيُّكُمْ يَذْكُرُ حِينَ طَلَعَ الْقَمَرُ وَ هُوَ مِثْلُ شِقِّ جَفْنَةٍ ﴾ ''تم میں سے کون اسے (یعنی شب قدر کو) یاد رکھتا ہے (اس میں) جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔'' (۳)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ طَلِقَةٌ ، لَا حَارَّةٌ وَلَا بَارِدَةٌ ، تُصْبِحُ الشَّمْسُ يَوْمَهَا حَمْرَاءَ ضَعِيفَةً ﴾ ''شب قدر آسان اور معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس صبح کا سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدہم ہوتی ہے۔'' (٤)

(4) اسی معنی کی حدیث مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ (٥)

شب قدر کی مخصوص دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۲۰۲۳) کتاب فضل لیلۃ القدر : باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاحی الناس]

(۲) [ابو داود (۱۳۷۸) کتاب الصلاۃ : باب فی لیلۃ القدر ' مسلم (۷٦۲) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا : باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح ' ترمذی (۳۳۵۱) نسائی (۷۹۳) وفی السنن الکبری (۱۱٦۹۰/٦) تحفۃ الأشراف (۱۸)]

(۳) [مسلم (۱۱۷۰) کتاب الصیام : باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبھا وبیان محلھا وإرجاء أوقات طلبھا ' تحفۃ الأشراف (۱۳٤۵۱)]

(٤) [حسن : مسند بزار (٤٨٦/٦۔ فی کشف الاستار) مسند طیالسی (۳٤۹) ابن خزیمۃ (۲۳۱/۳) شیخ سلیم ہلالی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صفۃ صوم النبی (ص/۹۰)]

(٥) [احمد (۳۲٤/٥) امام ہیثمی نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۷۸/۳)] مزید دیکھیے: عبد اللہ بن احمد فی زوائدہ (۹۸/٥) طبرانی کبیر (۱۹٦۲) بزار (۱۰۳۱) ابن ابی شیبۃ (۹۵۳۸) ابن خزیمۃ (۲۱۹۰)]

﴿ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَرَأَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِيْهَا ، قَالَ : قُوْلِي فِيْهَا : اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا ﴾

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شب قدر ہے تو میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھو'' اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا '' یعنی اے اللہ تعالیٰ! تو بہت معاف کرنے والا ہے' معاف کرنا تجھے پسند ہے۔ پس تو مجھے معاف فرما دے۔'' (۱)

قدر کی رات زمین میں فرشتوں کی کثرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فِي الْأَرْضِ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ الْحَصَى ﴾ ''بلاشبہ اس (قدر کی رات) زمین میں فرشتوں کی تعداد کنکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔'' (۲)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۳۱۰۵) کتاب الدعاء : باب الدعاء بالعفو والعافیة ' ترمذی (۳۵۱۳) کتاب الدعوات : باب فی فضل سؤال العافیة والمعافاة ' ابن ماجة (۳۸۵۰) نسائی فی الکبری (۲۱۸/٦) أحمد (۱۷۱/٦) المشکاة (۲۰۹۱)]

(۲) [حسن : الصحیحة (۲۲۰۵) رواه احمد والطیالسی وابن خزیمة]

باب فضائل القرآن فضائل قرآن کا بیان

قرآن کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ وَ لٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَ لَامٌ حَرْفٌ وَ مِيمٌ حَرْفٌ ﴾ ''جس نے قرآن کے ایک حرف کی تلاوت کی اسے اس کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف' لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔''(۱)

قرآن اپنے پڑھنے والوں کی روز قیامت سفارش کرے گا

(1) حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ ﴾ ''قرآن پڑھا کرو کیونکہ قرآن روز قیامت اُن لوگوں کی سفارش کرے گا جو اس کی تلاوت کرتے رہے۔''(۲)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الصِّيَامُ وَ الْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ ، يَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ ! إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَ الشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ ، فَيُشَفَّعَانِ ﴾ ''روزہ اور قرآن مومن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے میرے پروردگار! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روکے رکھا' اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے روکے رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ پھر دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔''(۳)

تلاوتِ قرآن سننے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے

---

(۱) [صحیح : الصحیحۃ (٦٦٠) صحیح ترمذی ' ترمذی (٢٩١٠) کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القرآن ما له من الأجر]

(۲) [مسلم (٨٠٤) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها : باب فضل قراءۃ القرآن]

(۳) [حسن صحیح : صحیح الترغیب (٩٨٤) کتاب الصوم : باب الترغیب فی الصوم مطلقا وما جاء فی فضله وفضل دعاء الصائم ' هدایة الرواة (٣١٣/٢) تمام المنة (ص/٣٩٤) احمد (١٧٤/٢)]

اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو دوبارہ گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نفل نماز سے فارغ ہوئے اور ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے) بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب انہوں نے بچے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں چراغ سے دکھائی دے رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حضیر! تم پڑھتے رہتے۔ اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو نہ روند ڈالے اور وہ بالکل اس کے قریب تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں روشنیاں سی دکھائی دے رہی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو پھر مجھے وہ روشنیاں نظر نہ آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَ لَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ ﴾ ''وہ فرشتے تھے' جو تیری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تم اپنی تلاوت جاری رکھتے تو صبح ہونے پر لوگ بھی انہیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے کچھ نہ چھپتے۔'' (۱)

صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ ﴾ ''رشک صرف دو انسانوں کے حق میں جائز ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت سے نوازا ہے اور وہ رات اور دن کے اوقات میں قیام میں اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے اور وہ اس سے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا رہتا ہے۔'' (۲)

قرآن کا حافظ و ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَ الَّذِي يَقْرَأُ

---

(۱) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن : باب نزول السکینة والملائكة عند قراءة القرآن]

(۲) [بخاری (۷۵۲۹) كتاب التوحيد : باب قول النبي ﷺ رجل آتاه الله القرآن ' مسلم (۸۱۵) ترمذی (۱۹۳۶) نسائی فی السنن الکبری (۸۰۷۲)]

الْقُرْآنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ ﴾ ''قرآن پاک کا ماہر شخص معزز لکھنے والے اطاعت گزار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن پاک اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس پر تلاوت کرنا مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دُہرا اجر ہے۔''

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ ﴿ مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ ... ﴾ ''اس شخص کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے (آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے اوپر ہے)۔''(١)

حافظ قرآن جنت میں بلند درجے پر فائز ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ : اقْرَأْ وَ ارْتَقِ وَ رَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا ﴾ ''صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ تم قرآن کی تلاوت کرتے جاؤ اور جنت کے درجات میں بلند ہوتے جاؤ۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ جیسے آہستہ آہستہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ تمہارا مقام وہ ہے جہاں تم اپنی آخری آیت کی تلاوت کرو گے۔''(٢)

قرآن سیکھنے اور سکھانے والا شخص سب سے بہتر ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ ﴾ ''تم میں وہ شخص سب سے بہتر ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔''(٣)

قرآن قوموں کے عروج وزوال کا ذریعہ ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کر دیتا ہے۔''(٤)

---

(١) [مسلم (٧٩٨) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل الماهر في القرآن والذي يتتعتع فيه، بخاري (٤٩٣٧) كتاب تفسير القرآن : باب سورة عبس، ترمذي (٢٩٠٤)]

(٢) [حسن : الصحيحة (٢٢٤٠) هداية الرواة (٣٧٢/٢) ابو داود (١٤٦٤) كتاب الصلاة : باب استحباب الترتيل في القراءة، ترمذي (٢٩١٤) نسائي في السنن الكبرى (٨٠٥٦)]

(٣) بخاري (٥٠٢٧) كتاب فضائل القرآن : باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه، ابو داود (١٤٥٢) ترمذي (٢٩٠٧) نسائي في السنن الكبرى (٨٠٣٧) دارمي (٤٣٧/٢) ابن ماجة (٢١٢) عبد الرزاق (٥٩٩٥)]

(٤) [مسلم (٨١٧) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه وفضل من تعلم حكمة، ابن ماجة (٢١٨)]

قرآن کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت

(1) سورۂ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورت ہے۔(۱)

(2) ایک حدیث میں سورۂ فاتحہ کو ایسا نور کہا گیا ہے جو پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کیا گیا۔(۲)

(3) جس گھر میں سورۂ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔(۳)

(4) جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اسے جنت میں داخلے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔(٤)

(5) سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے پر ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہتا ہے اور ساری رات شیطان اس کے قریب نہیں آ سکتا۔(٥)

(6) ایک حدیث میں آیت الکرسی کو قرآن کی سب سے عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔(٦)

(7) جو شخص رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا تو یہ اسے (ہر قسم کے نقصان' شیطان اور تمام آفات سے بچاؤ کے لیے) کافی ہو جائیں گی۔(۷)

---

(۱) [بخاری (٤٤٧٤) کتاب تفسیر القرآن : باب وسمیت أم الکتاب ' ابو داود (١٤٥٨) نسائی (١٣٩/٢) ابن ماجة (٣٧٨٥)]

(۲) [مسلم (٨٠٦) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة ' نسائی فی السنن الکبری (٨٠١٤/٥) وفی عمل الیوم واللیلة (٧٢٧) طبرانی کبیر (١٢٢٥٥) ابن حبان (٧٧٨) بغوی فی شرح السنة (١٢٠٠)]

(۳) [مسلم (٧٨٠) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب استحباب صلاة النافلة فی بیته وجوازها فی المسجد ' ترمذی (٢٨٧٧) نسائی فی السنن الکبری (٨٠١٥/٥) وفی عمل الیوم واللیلة (٩٧١) ابن حبان (٨٧٣) شرح السنه للبغوی (١١٩٢)]

(٤) [صحیح : الصحیحة (٩٧٢) ' (٦٩٧/٢) نسائی (٣٠/٦) ' (٩٩٢٨) طبرانی کبیر (١٣٤/٨) مجمع الزوائد (١٤٨/٢)]

(٥) [بخاری (٣٢٧٥) ' (٢٣١١) کتاب بدء الخلق : باب صفة إبلیس وجنوده ' نسائی فی السنن الکبری (١٠٧٩٥)]

(٦) [مسلم (٨١٠) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب فضل سورة الکهف وآیة الکرسی ' ابو داود (١٤٦٠) تحفة الأشراف (٣٨)]

(۷) [مسلم (٨٠٧) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة والحث علی قراءة الآیتین من آخر البقرة ' بخاری (٤٠٠٨) ابو داود (١٣٩٧) ترمذی (٢٨٨١) نسائی فی السنن الکبری (٨٠٠٣/٥) ابن ماجة (١٣٦٨) ' (١٣٦٩) دارمی (١٤٨٧) ابن حبان (٧٨١) شرح السنة للبغوی (١١٩٩) احمد (١٧٠٦٧)]

(8) جو سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے بچا لیا جائے گا۔(۱)

(9) جو شخص سورۃ الملک کی تلاوت کرتا رہا تو یہ سورت اس کے حق میں سفارش کرے گی حتی کہ اسے بخش دیا جائے گا۔(۲)

(10) سورۃ الاخلاص اجر و ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔(۳)

(11) ایک آدمی کو سورۃ الاخلاص سے بہت محبت تھی اور اس محبت کی وجہ سے وہ اس سورت کو ہر نماز کی قراءت کے اختتام پر پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سورت سے محبت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیا۔(٤)

(12) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے) سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جیسی قرآن میں اور کوئی آیات نہیں۔(٥)

❑ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی مندرجہ بالا فضائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے چاہیے کہ ہم اس مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور مکمل قرآن کی تلاوت کریں، جس قدر ہو سکے قرآنی آیات اور سورتوں کو حفظ کرنے کی کوشش کریں نیز اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کے لیے بھی وقت نکالیں تاکہ نزول قرآن کا مقصد بھی پورا ہو سکے۔

---

(۱) [مسلم (۸۰۹) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي ' ابو داود (٤٣٢٣) ترمذی (۲۸۸٦) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۲٥) وفی عمل اليوم والليلة (۹٥٥) ابن حبان (۷۸٥) شرح السنة (۱۲۰٤)]

(۲) [حسن : هداية الرواة (۳۸۰/۲) ابو داود (۱٤۰۰) كتاب الصلاة : باب في عدد الآى ' ترمذی (۲۸۹۱) نسائی (۷۱۰) ابن ماجة (۳۷۸٦) حاکم (٤۹۸/٤) ابن حبان (۱۷٦٦) امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [مسلم (۸۱۱) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل قراءة قل هو الله أحد ' نسائی فی السنن الكبرى (۱۰٤۳۷/٦) وفی عمل اليوم والليلة (۷۰٦) دارمی (۳٤۳۱)]

(٤) [بخاری تعليقا (۷۷٤) كتاب الأذان : باب الجهر بقراءة صلاة الفجر ' ترمذی (۲۹۰۱) نسائی فی السنن الكبرى (۱۰٦٥/۱) ابن حبان (۷۹۳)]

(٥) [مسلم (۸۱٤) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل قراءة المعوذتين ' ترمذی (۲۹۰۲) نسائی (۹٥۳) وفی السنن الكبرى (۸۰۳۰/٥) بیهقی (۳۹٤/۲) دارمی (۳٤٤۱)]

باب المسائل المتفرقة   متفرق مسائل کا بیان

صدقۃ الفطر کے مسائل

- ❑ صدقہ فطر سے مراد ماہ رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ہے۔
- ❑ اس صدقے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار دیا ہے۔
- ❑ صدقہ فطر کا مقصد خود کو دوران روزہ کیے ہوئے گناہوں سے پاک کرنا ہے۔
- ❑ صدقہ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔
- ❑ صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع ہے اور جدید وزن کے مطابق ایک صاع اڑھائی کلوگرام کے قریب ہوتا ہے۔
- ❑ صدقہ فطر میں افضل یہ ہے کہ گندم' چاول' جو' کھجور' منقی' پنیر یا جو اجناس بھی بطور خوراک زیر استعمال ہوں ان سے صدقہ ادا کیا جائے۔
- ❑ کسی عذر کی وجہ سے مذکورہ اجناس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔
- ❑ گھر کے سرپرست کو چاہیے کہ اپنے تمام اہل وعیال اور غلاموں کی طرف سے صدقہ ادا کرے۔
- ❑ صدقہ فطر کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اسے نماز عید سے پہلے ادا کر کیا جائے۔
- ❑ عید سے ایک دو روز قبل بھی صدقہ فطر ادا کیا جاسکتا ہے۔
- ❑ جس کے پاس ایک دن ورات کے لیے اپنی خوراک سے زیادہ اناج نہ ہو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔
- ❑ صدقہ فطر کے مستحق صرف مساکین ہیں۔

مندرجہ بالا تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " **فقه الحديث : كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر** " یا ''مسائل زکوٰۃ کی کتاب'' کا مطالعہ کیجیے۔

عیدین کے مسائل

- ❑ عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔
- ❑ عیدین کے لیے عمدہ لباس پہننا چاہیے۔
- ❑ نماز عید الفطر سے پہلے کچھ کھانا اور نماز عید الاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے۔
- ❑ نماز عید کے لیے پیدل چل کر جانا چاہیے۔
- ❑ نماز عیدین ہر مکلّف شخص پر واجب ہے۔

- ❏ نمازِ عیدین کے لیے عورتوں کو بھی عید گاہ لے جانا چاہیے خواہ وہ ایام ماہواری میں ہی کیوں نہ ہوں۔
- ❏ خواتین کو چاہیے کہ عید گاہ کی طرف باپردہ ہو کر نکلیں اور خوشبو مت لگائیں۔
- ❏ بچوں کو بھی عید گاہ لے جانا درست ہے۔
- ❏ عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنی چاہییں۔
- ❏ عید الفطر میں شوال کا چاند دیکھنے کے بعد سے نماز عید الفطر کی ادائیگی تک تکبیریں کہنی چاہییں اور عید الاضحیٰ میں 9 ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ کی شام تک تکبیریں کہنی چاہییں۔
- ❏ خواتین بھی مردوں کے ساتھ تکبیرات کہنے میں شریک ہو سکتی ہیں۔
- ❏ نمازِ عیدین مسجد میں نہیں بلکہ علاقے سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے۔
- ❏ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی نمازِ عید کی ادائیگی درست ہے۔
- ❏ نمازِ عیدین کا وقت طلوعِ آفتاب سے لے کر آفتاب ڈھلنے تک ہے۔
- ❏ اگر زوالِ آفتاب کے بعد عید کا علم ہو تو نمازِ عید کے لیے اگلے روز عید گاہ جانا چاہیے۔
- ❏ نمازِ عید الاضحیٰ قدرے جلد اور نمازِ عید الفطر کچھ دیر سے ادا کرنا مسنون ہے۔
- ❏ نمازِ عیدین کے لیے نہ اذان کہی جائے اور نہ اقامت۔
- ❏ نمازِ عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز نہیں۔
- ❏ عید گاہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔
- ❏ عید گاہ میں امام کے سامنے سترہ رکھنا مسنون ہے۔
- ❏ نمازِ عید کی دو رکعتیں ہیں۔
- ❏ نبی کریم ﷺ عیدین میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" اور "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ" کی قراءت کرتے تھے۔
- ❏ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔
- ❏ عیدین کی تکبیروں میں رفع الیدین کرنا کسی صحیح حدیث و اثر سے ثابت نہیں۔
- ❏ امام پہلے نمازِ عید پڑھائے اور پھر خطبہ دے۔
- ❏ نمازِ عید کا صرف ایک خطبہ ہے۔
- ❏ خطبہ عید کے لیے منبر مشروع نہیں۔
- ❏ اگر ایک شخص نمازِ عید پڑھائے اور دوسرا خطبہ دے تو یہ بھی کفایت کر جاتا ہے۔

- صحابہ کرام عید کے دن جب ملتے تو ایک دوسرے کو یہ کلمات کہتے " تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ "۔
- عیدگاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا مسنون ہے۔
- عید اگر جمعہ کے روز آ جائے تو نماز عید تو معمول کے مطابق ہی ادا کی جائے گی البتہ جمعہ میں اختیار ہوگا یعنی اگر کوئی چاہے تو مسجد میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھ لے اور اگر چاہے تو نہ پڑھے لیکن یہ یاد رہے کہ جمعہ نہ پڑھنے والے پر نماز ظہر کی اکیلے یا با جماعت ادائیگی بہر صورت ضروری ہے۔
- عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

مندرجہ بالا تمام مسائل عیدین کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " **فقه الحديث : كتاب الصلاة : باب صلاة العيدين** " یا ''پانچ اہم دینی مسائل'' کا مطالعہ کیجیے۔

قربانی کے مسائل

- نماز عیدالاضحیٰ کے بعد ہر صاحب استطاعت مسلمان پر قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔
- اگر کوئی شخص نذر کے ذریعے اپنے اوپر قربانی واجب کر لے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔
- اسی طرح حج تمتع یا حج قران کرنے والوں کے لیے بھی قربانی کرنا واجب ہے۔
- اگر کوئی قربانی کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو یقیناً اسے قربانی نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔
- قربانی صرف رضائے الٰہی کے لیے کرنی چاہیے۔
- قربانی کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ پاکیزہ مال سے ہو اور مسنون طریقے کے مطابق ہو۔
- قربانی کے جانور یہ ہیں: اونٹ' گائے' بھیڑ اور بکری۔
- کوئی مجبوری نہ ہو تو دوندا جانور قربانی کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے۔
- رسول اللہ ﷺ سینگ والا موٹا تازہ مینڈھا ذبح کرتے جس کی آنکھیں' منہ اور ٹانگیں سیاہ ہوتیں۔
- خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔
- بھینس کی قربانی سے بچنا ہی بہتر ہے۔
- چار جانور قربانی میں جائز نہیں: واضح طور پر آنکھ کا کانا' ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو' لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو' اور ایسا کمزور جس میں چربی نہ ہو۔
- حاملہ جانور کی قربانی جائز و درست ہے۔
- قربانی کا ارادہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔

- قربانی کا وقت نمازِ عید کے بعد ہے' جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کی اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی۔
- عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن یعنی تیرہ (13) ذوالحجہ کی شام تک قربانی کی جا سکتی ہے۔
- قربانی کے لیے چھری خوب تیز ہونی چاہیے۔
- قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹانا چاہیے۔
- اونٹ کو ذبح نہیں بلکہ نحر کرنا چاہیے۔
- چھری چلانے سے پہلے یہ دعا پڑھیں: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔
- ہر خون بہا دینے والی چیز سے ذبح کرنا جائز ہے سوائے دانت اور ناخن کے۔
- جانور خود ذبح کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی ایسا نہ کر سکتا ہو تو قصائی سے ذبح کرانا بھی درست ہے۔
- اگر عورت کو جانور ذبح کرنے کا طریقہ آتا ہو تو اس کے لیے جانور ذبح کرنا جائز ہے۔
- مکمل اہل وعیال کی طرف سے ایک بکری کفایت کر جاتی ہے۔
- اونٹ کی قربانی میں دس افراد جبکہ گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
- قربانی کا گوشت خود کھانا' اقرباء کو کھلانا' مساکین میں تقسیم کرنا اور ذخیرہ کرنا سب طرح جائز ہے۔
- غیر مسلم اگر مستحق ہو تو اسے بھی قربانی کا گوشت دیا جا سکتا ہے۔
- قربانی کی کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے۔
- نہ تو قربانی کا گوشت فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کھال۔

مندرجہ بالا تمام مسائلِ قربانی کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " **فقه الحديث : كتاب الأضحية : باب أحكام الأضحية** " یا "پانچ اہم دینی مسائل" کا مطالعہ کیجیے۔

" الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف ﴿كتاب الصيام﴾ وأسأله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين "

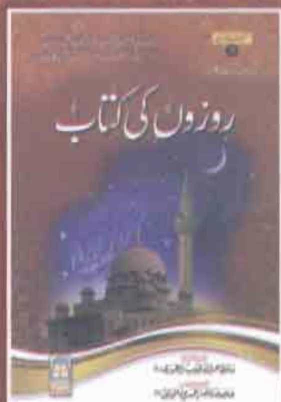
از قلم:

﴿حافظ عمران ایوب لاهوری﴾

تفہیم کتاب و سنت

7

کتاب الصیام



روزہ قبل از اسلام اور دیگر اقوام و ملل پر بھی فرض تھا لیکن امتِ محمدیہ پر امتیازی خصوصیات کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ عمداً بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنے والے کو اہل علم نے دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا عندیہ دیا ہے۔ وہ شخص خائب و خاسر ہوگا جو ماہ رمضان پانے کے باوجود اپنی مغفرت نہ کرا سکا۔ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے۔ یہ نفس امارہ کو کچلنے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی تخلیق کا محرک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے شکر کا ایک وسیلہ ہے۔ یہ جہاں اُخروی فلاح کا باعث ہے وہاں دنیاوی صحت و تندرستی، متعدد مہلک امراض سے نجات اور روحانی تسکین کا بھی ضامن ہے۔

تاہم یہ یاد رہے کہ فضائل و برکاتِ روزہ کے حصول کے لیے محض بھوک پیاس برداشت کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ شرائط و مسائلِ روزہ کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''کتاب الصیام'' میں مصنف ''حافظ عمران ایوب لاہوری سلمہ اللہ'' نے محنت شاقہ سے تقریباً وہ تمام مسائل جمع کرنے کی سعی جمیل کی ہے جو روزے سے متعلقہ ہیں۔ تفہیم کتاب و سنت سیریز کی سابقہ روایت کے مطابق اس کتاب میں بھی دلائل کے لیے صحیح احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ہر حدیث کو علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق سے مزین کیا گیا ہے۔ شیخ البانی کے علاوہ دیگر کبار محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ عرب و عجم کے قدیم و جدید علماء و مفتیان اور فقہائے عظام کے فتاویٰ بھی نقل کیے گئے ہیں۔

ادارہ فقہ الحدیث پبلیکیشنز نے مندرجہ تصنیفی خوبیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حُسنِ طباعت کا بھی حق ادا کیا ہے۔ یوں یہ کتاب جہاں علم و تحقیق میں شاہکار ہے وہاں اسے دیدہ زیب و پرکشش پرنٹنگ میں بھی درجۂ کمال حاصل ہے۔

پروفیسر ظفر اقبال حفظہ اللہ
شعبۂ اسلامیات، انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

R 21

تفہیم کتاب و سنت کا تحقیقی و طباعتی ادارہ
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
لاہور ۔ پاکستان
0300-4206199